



اخلاق و معنویت

مصنف

آیت اللہ سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

فہرست

فصل اول: تقویٰ

* تقویٰ کے معنی

* متقین کی عاقبت

* تقویٰ، زندگی کے تمام شعبوں میں موثر ہے

* تقویٰ کے ذریعے انسان صراطِ مستقیم پر باقی رہ سکتا ہے

* تقویٰ تمام برکات کا سرچشمہ ہے

* تقویٰ کے ذریعے ہی قدرتِ خدا کا حصول ہو سکتا ہے

فصل دوم: اخلاص

* اخلاص کے معنی

* اخلاص اہم ترین اسلحہ ہے

* اسلامی انقلاب کی بقائ اور دوام کا سرچشمہ صرف اور صرف اخلاص ہے

* اخلاص اور ایثار ہی اسلامی انقلاب کے موجد ہیں

* ارادہ اور ایمان ہر طرح کے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتے ہیں

* اخلاص اور قربِ خدا : امام خمینی کی کامیابی کا راز

* ہمیں چاہیے کہ حضرت علیؑ سے اخلاص کا درس حاصل کریں

فصل سوم: ذکر و نماز

* انسان کیلئے تاریکی اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستہ نماز ہے

* نماز سکون قلب کی باعث ہے

* اہتمام نماز

* نماز: دین کا ستون

* انسان کو ہمیشہ نماز کی ضرورت

* عبادت رسول اسلام

فصل چہارم: اخلاق

* اخلاقی انقلاب

* مسائل بشر

* معاشرے کے بنیادی ستون

* طالب علم اور خود سازی

* اخلاق تمام امور کی بنیاد ہے

* راہ امام خمینی

* انسانی کمال خواہشات نفسانی سے مقابلہ ہے

* تحول اخلاقی جوانوں کے لئے آسان ہے

* انقلاب ، معنویات اور اخلاق اسلامی کے بغیر ناممکن ہے

* اخلاق، بعثت کا ایک اہم پیغام

* اخلاق حسنہ

*اخلاق کے اثرات و ثمرات

*معنویت اور اخلاق سے عاری علم ایٹم بم کے مانند ہے

فصل **پنجم:** ایمان

*ایمان کی علامتیں

*اسلامی انقلاب کے عوامل

*ہمارے معاشرے کی سعادت کا راز خدا پر ایمان

*خدا پر ایمان اسلامی فوج کا امتیاز

*خدا کے ساتھ رابطے کی برقراری ہم سب کی ذمہ داری ہے

*ایمانی قوت کے مقابل استکباری قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے

*نصرت خدا اور مومنین پر اعتماد

*اسلام پر ایمان

*اسلامی انقلاب اور خدا پر ایمان

*قربت خدا اور ہماری اسلامی حکومت

*حیات طیبہ اور اسلام

*اسلام اور حیات طیبہ

*اسلام میں انسانی رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود

*اسلام کسی ایک زمانے سے مختص نہیں

*اسلام اور عالم اسلام کے مسائل

*اسلام باعث عزت و افتخار

*اسلام محمدی اور امریکی اسلام

*اسلام کی عادلانہ حاکمیت

*انسانیت کو اسلام محمد ی کی ضرورت

*اسلامی انقلاب اور دنیا کی بیدار ی

*بندہ خدا بندہ انسان نہیں ہو سکتا

*صرف مذہب ہی موجودہ دنیوی مسائل کا حل ہے

*اسلام محور اصلی

*اسلامی معاشرہ لوگوں کی عزت کا سبب ہے

*آئندہ زمانہ اسلام کا زمانہ ہے

*اسلام مسلمانوں کی خود شناسی کا سبب ہے

*ہمارا سب کچھ اسلام کی برکت سے ہے

*اسلام مسلمان قوموں کی راہ نجات ہے

*اسلامی انقلاب یعنی صالح افراد کی تربیت

*احکام اسلامی کی پیروی

*اسلامی برکات

*اسلام عالمی استکبار کا شدید مخالف ہے

*قرب خدا اور توکل بر خدا

*اسلامی انقلاب کی بنیاد الہی اقدار پر ہے

*معنویت اور نظام جمہوری اسلامی

فصل ششم: مناجات و استغفار

*استغفار

*غفات استغفار کی راہ میں پہلی رکاوٹ ہے

*غرور و تکبر راہ استغفار میں دوسری رکاوٹ ہے

*دعا ایمان کو قوی اور الہی وعدوں کو پورا کرتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاق و معنویت

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

کی نگاہ میں

ناشر :

نشر ولایت پاکستان

مرکز حفظ و نشر آثار ولایت

فصل اول:

تقويٰ ۱

تقويٰ کے معني

تقويٰ کے معني یہ ہیں کہ خدا وند عالم نے انسان پر جن امور کو فرض کیا ہے انسان انہیں انجام دے يعني واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔ یہ تقويٰ کا پہلا مرتبہ ہے۔ تقويٰ ايک ایسی صفت ہے کہ اگر کسی قوم کے دل میں گھر کر لے تو اس صورت میں وہ قوم اس مضبوط قلعے کی مانند ہو جاتی ہے جس میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ عام طور پر جب تقويٰ کا تصور ذہن میں آتا ہے تو ساتھ ساتھ نماز، روزہ، عبادت، دعا وغیرہ کی تصویر بھی ابھر آتی ہے۔ صحیح ہے کہ یہ تمام مذکورہ امور تقويٰ کے دائرے میں آتے ہیں لیکن انہی کو تقويٰ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ تقويٰ يعني اپنے امور کی نگہداری کرنا يعني اگر انسان کوئی فعل انجام دے رہا ہو تو جانتا ہو کہ کیا کر رہا ہے۔ اگر کسی فعل کو انجام دے تو اپنے ارادے، فکر اور حسن انتخاب سے انجام دے۔ بالکل اس طرح جس طرح کوئی گھوڑ سوار گھوڑے پر سواری کرتے وقت اپنی منزل اور مقصد سے آگاہ ہوتا ہے۔

تقويٰ کیا ہے اور اس کو زندگی کے مختلف گوشوں میں کس طرح رچایا۔

بسایا جا سکتا ہے؟ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ گناہ ، خطا ، صراط مستقیم سے انحراف ، ہوی و ہوس سے اجتناب کیا جائے اور خدا کی طرف سے عائد شدہ احکام پر عمل پیرا رہا جائے۔ زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں اسی وقت کامیاب اور سرفراز ہو اجا سکتا ہے جب باتقویٰ زندگی گذاری جائے۔ تقویٰ ہر کامیابی کا راستہ اور ضمانت ہے۔ تقویٰ فقط دین سے مربوط نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ دینی تقویٰ ، واضح اور روشن ہے۔ اس بچے سے لے کر جو ابھی تحصیل علم کر رہا ہے ، اس خاتون تک جو امور خانہ داری انجام دے رہی ہے ، سبھی کو باتقویٰ ہونا چاہیے تاکہ سب راہ مستقیم اختیار کر سکیں اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ ایک نوجوان اپنے آس پاس کے مخصوص ماحول اور معاشرے میں تقویٰ کے بغیر اپنے تحصیل علم کے ہدف تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس نوجوان کو چاہیے کہ غلطیوں اور ہوی و ہوس اور ان تمام سرگرمیوں سے اجتناب کرے جو اس کو اس کے ہدف تک پہنچنے سے روکتی ہوں۔ یہی اس کا تقویٰ ہے۔ اس طرح گمراہی میں ڈوبے ہوئے ایک عورت اور گھر کے باہر ایک مرد پر بھی یہی کلیہ اور قانون جاری ہے۔ ایک مومن اگر چاہتا ہے کہ راہ خدا اور صراط مستقیم کا سفر طے کرے تو اس کے لئے لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ خوشنودی خدا اور نورانیت الہی سے مستفید ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معنویت کے اعلیٰ مراحل بھی طے کر سکتا ہے نیز دین خدا کی سر

براہی تک رسائی بھی حاصل کر سکتا ہے ۔

متقین کی عاقبت

” اتقوا ا “ قرآن کریم کا حکم ہے ۔ یہی وہ تقویٰ ہے جس کے ذریعے تمام امور تک دسترسی حاصل کی جا سکتی ہے ۔ اگر قرآن کریم کے اس مذکورہ حکم پر غور کیا جائے تو تمام عقلی استدلال اور براہین کو عام فہم زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے حتیٰ مسائل غیبی اور ماورائے فطرت و طبیعت امور کو بھی عوام کے لئے واضح کیا جا سکتا ہے ۔ تقویٰ کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی بھی شخص یا معاشرہ اگر تقویٰ اختیار کر لے تو پھر بھی میدان میں داخل ہو جانے پر اس میدان کو سر کر لے گا ۔ ”
والعاقبة للمتقين “۔ اس عظیم تاریخی اور کائناتی سفر کا سر انجام متقین پر ہونے والا ہے ۔ دنیا و آخرت دونوں متقین سے متعلق ہیں ۔ امام خمینی ۲ اگر متقی نہ ہوتے تو کسی بھی قیمت پر اپنی شخصیت کو ہزارہا دوسرے افراد کے لئے محور قرار نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی انقلاب لا سکتے تھے ۔ یہ تقویٰ ہی تھا جس نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا ہے ۔

تقویٰ، زندگی کے تمام شعبوں میں موثر ہے

تقویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں موثر ہوتا ہے ۔ قرآن مجید میں بارہا تقویٰ سے متعلق تذکرہ ہوا ہے ۔ یہ سب اس لئے نہیں ہے کہ انسان اس دنیا سے چلا جائے تو خداوند عالم اجر و ثواب عنایت کرے گا ،

بلکہ تقوي اس دنيا کے لئے نعمت شمار کیا گیا ہے ۔ اگر ہماری موجودہ زندگی کا انجام بخیر و خوبی ہو گیا تو اس پر ہماری آخرت کا بھی انحصار ہے ۔ تقوي کا نہ ہونا اس بات کا سبب بن جاتا ہے کہ انسان غفلت اور کوتاہی کا شکار ہو جائے اور یہ غفلت و کوتاہی انسان کو اوندھے منہ زمین پر پٹخ دیتی ہے ۔

تقوي کے ذریعے انسان صراط مستقیم پر باقی رہ سکتا ہے

حضرت عليؑ فرماتے ہیں ” اوصیکم عباد ا بتقوي ا “ اے بندگان خدا ! میں تمہیں تقوائے الہی کی وصیت کرتا ہوں۔ ” و اغتنام طاعته “ اور وصیت کرتا ہوں کہ اطاعت خدا کو غنیمت شمار کرو ۔ ” ما استطعتم “ جس حد تک کہ تمہارے اندر قدرت و توانائی ہو ۔ ” في هذه الايام الخالية الفانية “ اس جلدی گزرنے والی فانی دنیا میں جتنا ممکن ہو اطاعت خدا کرو ۔ ” و اعداد العمل الصالح الجليل يشفي به عليكم الموت “ اور عمل صالح کے ذریعہ ان تمام مشکلات و مصائب کا سد باب کرو کہ جنہیں موت تمہارے اوپر طاری کر دے

گی

موت کی سختیوں اور مشکلات کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اولیائے خدا اور بزرگان دین موت سے مقابلے کے خوف سے لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے ۔ موت کے بعد عالم برزخ کے حوادث علمائے اور اولیائے کہ جو کسی حد تک ان حوادث و مصائب کی سختیوں کا آشنا ہوتے ہیں کو

لرزا کر رکھ دیتے تھے۔ ان مشکلات اور سختیوں سے مقابلے کی فقط ایک
 ہی راہ ہے اور وہ ہے عمل صالح۔ ” و امر کم بالررض لہذہ الدنیا التارکۃ لکم
 “ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس دنیا کی رنگینیاں اور آتی
 جاتی خوشیاں جو تمہیں ایک دن چھوڑ جائیں گی، کو ابھی سے خیر بار کہہ
 دو۔ حد سے بڑھ کر مادیات دنیا کی طرف مت بھاگو کیونکہ ” الزائئۃ عنکم
 “ یہ سب چلی جانے والی ہیں۔ ” و ان لم تکنوا تحبون ترکھا “ در حالیکہ
 تم نہیں چاہتے کہ یہ مال اور عیش و عشرت تمہیں چھوڑ کر کہیں اور چلا
 جائے حالانکہ یہ ہو کر رہے گا۔ ” والمبیلۃ لاجسادکم و ان احببتم تجدیدھا “
 یہ دنیا تمہارے جسموں کو خاک میں ملا کر نیست و نابود کر دے گی اگر چہ
 تم یہی چاہتے ہو کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں۔ ” فانما مثلکم کرکب سلکوا سبیلاً
 فکانہم قد قطعوا و افضوا الی علم فکانہم قد بلغوا “ تم ایک راستہ پر تیزی کے
 ساتھ آگے بڑھے جا رہے ہو کہ تمہیں دور کسی ایک نشانے تک پہنچنا ہے
 لیکن تم اس نشانے کو ابھی واضح اور روشن طور پر نہیں دیکھ پا رہے ہو۔
 ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ جب تم خواہ نخواہ اس تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ
 راستہ، یہی فانی دنیا ہے۔ اور وہ نشانہ اور منزل وہی موت اور اجل ہے جس
 کو آنا ہی آنا ہے ” فلا تنافسوا فی عز الدنیا و فخرھا “ اس دنیا کی ظاہری
 عزت اور جاہ و جلال کے لئے ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور جھگڑا نہ
 کرو۔ ” ولا تجزعوا من ضراعھا و بووسھا “ دنیا کی ان مختصر سی سختیوں
 وار پریشانیوں سے تھکان اور خستگی محسوس نہ کرو۔ ” فان عز الدنیا و

فخرها الي انقطاع “ دنيا كي عزت اور فخر و حشمت ختم ہو جانے والا ہے ۔
 ” و ان زينتها و نعيمها اليارتجاع “ زيبيائي و خوبصورتی اور یہ نعمتیں گذر
 جانے والی ہیں ۔ یہ جوانی ، حسن اور خوبصورتی بڑھاپے اور بد صورتی
 میں تبدیل ہو جائیں گی ۔ ” و ان ضراعتها و بوسها الي نفاذ “ اور یہ سختیاں
 اور پریشانیاں بھی ختم ہو جائیں گی ۔ ” و كل مدة منها الي منتها “ اس کائنات
 کا یہ زمان و مکان روبہ زوال اور ختم ہو جانے والا ہے ۔ ” و كل حي فنيها
 الي بلي “ تمام جانداران موت کی آغوش میں سو جانے والے ہیں ۔
 یہ جملے اس ذات با برکت کی زبان مبارک سے جاری ہوئے ہیں جس کا نام
 علي ہے ۔ وہي علي جو اپنے ہاتھوں سے کھیتی کرتے تھے اور کنویں
 کھودتے تھے ۔ یہ جملے اس وقت کے ہیں جب آپ حکومت فرما رہے تھے ۔
 دنیا کے ایک بڑے حصے پر آپ کی حکومت تھی ۔ آپ نے جنگیں بھی لڑی
 ہیں ، صلح بھی کی ہے ، سیاست بھی کی ہے ، بیت المال بھی آپ کی نگرانی
 میں تقسیم ہوتا تھا ۔ ان سب کے باوجود بھی آپ متقی تھے ۔ لہذا تقویٰ کا مطلب
 یہ نہیں ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کر دیا جائے ۔ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ
 انسان اپنی ذات کو تمام دنیاوی اور مادی امور کا محور قرار نہ دے ، اپنی
 خاطر اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف نہ کرے ، اپنی زندگی کے
 لئے دنیا کو جہنم نہ بنائے ، مال ، عیش و عشرت اور آرام و سکون کی خاطر
 دوسرے ہزارہا افراد کی زندگیوں کا سودا نہ کرے ۔
 تقویٰ یعنی یہ کہ اپنی ذات سے صادر ہونے والے تمام امور پر سخت نظر

رکھی جائے۔ کوئی بھی قدم اٹھایا یا فیصلہ لیا جائے تو یہ خیال مد نظر رہے کہ کہیں اس سے خود یا دوسرے افراد یا معاشرے کو نقصان تو نہیں پہنچ رہا ہے۔

تقوی تمام برکات کا سرچشمہ ہے

اگر کوئی فرد یا قوم با تقوی ہو جائے تو تمام خیر و برکات دنیا و آخرت اس فرد یا قوم کا خاصہ ہو جائیں گی۔ تقوی کا ماحصل فقط یہ نہیں ہے کہ رضائے خدا حاصل کر لی جائے یا جنت کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا جائے بلکہ تقوی کا فائدہ اس دنیا میں بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ با تقوی معاشرہ اس دنیا میں بھی خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ تقوی کے ذریعے دنیاوی عزت کے ساتھ ساتھ امور دنیا سے متعلق علم بھی خدا وند عالم کی جانب سے عنایت کر دیا جاتا ہے۔ با تقوی معاشرہ کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ایسے معاشرے کی فضا سالم، محبت آمیز اور حسد و نفاق و تعصب سے پاک ہوتی ہے۔

تقوی کے ذریعے ہی قدرت خدا کا حصول ہو سکتا ہے

ایمان، تقوی اور عمل صالح اس بات کی ضمانت ہیں کہ تمام قدرت خدا، نعمات الہی اور ساری کائنات پر دسترسی حاصل کی جا سکتی ہے۔ دشمن کسی بھی میدان سے، کسی بھی صورت میں حملہ کر دے، ایک با تقوی قوم کا بال بھی بیکانہیں کر سکتا۔ خدا وند عالم نے بڑے سادہ الفاظ میں اس گفتگو

کا ما حصل صرف ایک آیت میں بیان فرمایا ہے: ” و لا تهنوا “ سستی نہ کرو۔ ” و لا تحزنوا “ غمگین مت ہو۔ ” و انتم الاعلون ان کنتم مومنین “ تم کو برتری حاصل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر تم مومن ہو۔ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا: ” و لا تهنوا و تدعوا الي السلم “ یعنی سستی نہ کرو اور نہ ہی دشمن کی سازشہ دعوت کو قبول کرو۔ ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد اگر جمہوری اسلامی پر ایک غائرانہ نظر ڈالی جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ جن جن شعبہ ہائے حیات میں اقدار اسلامی کی حفاظت کی گئی ہے وہاں وہاں رشد و ترقی ہوئی ہے اور جن جن شعبوں میں اسلامی احکام و اقدار و اخلاق اسلامی سے چشم پوشی کی گئی ہے ان ان شعبوں میں پسماندگی آج بھی موجود ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہی صورت حال ہے۔ جہاں جہاں معنویت، انسانیت اور الہی اقدار سے منہ موڑ لیا گیا ہے وہاں وہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ زندگی کس قدر دشوار ہے، کس قدر نا امنی اور بے چینی ہے۔ ایسے معاشروں میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی زیادہ ہے۔ ہر چند یہ لوگ اناجتماعی مشکلات و مسائل کے اسباب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کسی بھی طرح اصلی اور حقیقی علت اور سبب کو تلاش نہیں کر سکتے ہیں۔ ایک ماں اپنے بچے کو قتل کر دیتی ہے، فوراً ہی لوگوں کا وجدان تڑپ اٹھتا ہے، صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں کہ ایسی ماں کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ ان کی بنیاد خراب ہو چکی ہے۔ ان

معاشروں کی بد بختی یہ ہے کہ یہ خدا ، معنویت اور اخلاق سے پشت پھیر کر فساد و قتل و غارت گری کے عادی ہو گئے ہیں ۔
 مادی اور مالی فساد کسی بھی قیمت پر خوشحالی کا ضامن نہیں بن سکتا۔ جس کی واضح مثال امریکہ ہے۔ ہر چند کہ امریکہ میں زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں ہمہ جہت ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود امریکی عوام جن اخلاقی اور معنوی مشکلات کا شکار ہیں ان سے ساری دنیا واقف ہے ۔ انہیں اخلاقی اور معنوی اقدار کی قلت کی بنا پر امریکہ موجودہ صورت حال سے دوچار ہے ۔ وہ صورت حال کہ جس میں ایک ماں اپنی تسکین شہوت اور ذاتی مفاد کی خاطر اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کا قتل کر دیتی ہے ۔ بوسنیا اور ہرزیگووینیا میں کیا نہیں ہوا ؟ مغلوں کے انداز میں افواج ” سر بریسیٹیا “ میں گھس کر وحشیانہ انداز میں قتل و غارت گری کرتی رہیں اور نام نہاد متمدن اقوام و ملل کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ۔ اس پر ستم یہ کہ یہی لوگ حقوق بشر کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ! کیا ایک شہر میں ہزاروں معصوم مرد ، عورت اور بچوں کا وحشیانہ قتل عام حقوق بشر کی خلاف ورزی نہیں ہے ؟ جمہوری اسلامی اخلاق اور اسلامی احکام و شریعت کی محافظت کی بنا پر آج ساری دنیا میں ایک باعزت مقام حاصل کر سکا ہے ۔ آج جب کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ، دنیا کے دوسرے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے سربراہان مملکت اور وزراء اعظم سے اپنی غلامی کرانا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں ، ایران ایک مستقل اور آزاد ملک کی

حيثيت سے آزاد زندگي گزار رہا ہے ۔ کسی کي اتني مجال نہیں ہے کہ ايران سے غير عادلانہ طور پر ايک حرف يا ايک کلمہ کو قبول کرا لے ۔ یہ سب فقط اور فقط اسلام اور اسلامي اخلاق و معنويات اور اسلامي احکامات اور شريعت کي برکتیں ہیں اور بس ۔

اخلاق و معنویت

فصل دوم:

اخلاص

اخلاص کے معني

اخلاص سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کام کو خدا کے لئے اور اپنی ذمہ داري و تکالیف کي انجام دہي کي خاطر انجام دے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان نفساني خواہشات ، مال و دولت کے حصول ، شہرت و عزت ، لالچ و حرص وغیرہ کے لئے کوئی کام نہیں کرتا ۔ اخلاص ايک ایسی صفت ہے کہ اگر اس کي بنياد پر اقدام کیا جائے تو یہ تلوار کي طرح اپنے سامنے آنے والے ہر مانع کو دور کرتی جاتی ہے ۔

امام خميني کے اندر یہ صفت کمال کی حد تک تھی۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میرا کوئی عزیز ترین فرد بھی عدل و انصاف کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا تو میں اس سے بھی چشم پوشی نہیں کروں گا اور ایسا کیا بھی۔ حساس موقعوں پر وظیفہ کی انجام دہی کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو بھی احساس دلایا۔ خلوت میں، جلوت میں، چھوٹا کام ہو یا بڑا، آپ نے ہمیشہ اخلاص کو اپنی ذاتی زندگی میں اپنایا۔ اور یہی وہ درس تھا جس کی بنا پر آپ کے شاگرد، آپ کے چاہنے والے جوق در جوق سرحد پر دشمن سے جنگ کرنے دوڑے چلے جاتے تھے۔ یہی وہ درس تھا جس کی بنیاد پر ایران میں معجز نما اسلامی انقلاب نمودار ہوا۔

ایک بزرگ اہل عرفان و سلوک اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں : اگر فرض کریں (بہ فرض محال) کہ رسول اکرم اپنے تمام امور کو ایک معین ہدف کے تحت انجام دیتے تھے اور آپ کا ہدف یہی ہوتا تھا کہ اپنے ان امور کو انجام کے مراحل تک پہنچا دیں اور پہنچا بھی دیا کرتے تھے مگر کسی اور شخص کی طرف سے یعنی کسی اور کے نام سے۔ کیا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم اپنے اس فعل سے راضی نہیں ہوتے تھے؟ کیا یہ فرماتے تھے کہ یہ فعل چونکہ دوسرے کی طرف سے انجام دے رہا ہوں لہذا انجام نہیں دوں گا؟ یا نہیں، بلکہ آپ کا ہدف اپنے امور کی انجام دہی تھی اور بس۔

قطع نظر اس سے کہ وہ فعل کس کے نام سے یا کس کی طرف سے انجام دیا جا رہا ہے - حقیقت یہی ہے کہ لکھنے والا صحیح ہے کیونکہ ایک مخلص شخص کی نگاہ میں کسی فعل کی انجام دہی اہم ہوتی ہے۔ اس کا ذہن ”من و تو“ سے ماورائے ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے بے پرواہ ہوتا ہے کہ اس فعل کا سہرا کس کے سر بندھے گا۔ ایسا شخص با اخلاص ہوتا ہے اور خدا پر کامل یقین رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ خداوند متعال یقیناً اس کے فعل کا صلہ اس کو دے کر رہے گا کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ”ان جندنا لہم الغالبون؟ خدا کے اس لشکر میں اکثر و بیشتر میدان جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم فرماتا ہے ”ان جندنا لہم الغالبون“ یعنی یہ لوگ مرنے کے بعد بھی غالب ہیں۔

اخلاص: اہم ترین اسلحہ

اسلام میں اصلاح دنیا کے لئے اصل و اصل، خود نفس انسان کی اصلاح کو بتایا گیا ہے۔ ہر مسئلے کی شروعات یہیں سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم اپنے قوی اور محکم بازوں سے اوراق تاریخ پلٹنے والی قوم سے فرماتا ہے: ”قوا انفسکم“ (سورہ تحریم ۶) ”علیکم انفسکم“ (سورہ مائدہ ۱۰۵) یعنی اپنا تزکیہ نفس کرو، اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ ”قد افلح من زکاھا“ (سورہ شمس ۹) اگر صدر اسلام میں اسلامی معاشرہ انسانی نفوس کے تزکیہ سے شروع نہ ہوا ہوتا اور اس میں مناسب حد تک با اخلاص اور متقی افراد پیدا نہ

ہو گئے ہوتے تو اسلام قطعاً اپنی بنیادیں مستحکم نہیں کر سکتا تھا - یہی مخلص اور متقی اور سچے مسلمان تھے جن کی بنیاد پر اسلام دوسرے شرکائے مذاہب اور ممالک پر فاتح ہو کر تاریخ عالم میں اپنا نام ثبت کر سکا ہے -

ہمارا اسلامی انقلاب بھی اس اخلاص ، تقویٰ اور اپنے ذاتی اور مادی مفادات سے اوپر اٹھ کر الہی اہداف کی انجام دہی جیسے وظیفے اور ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے ہی رونما ہوا تھا - ایران عراق جنگ کے دوران ہمارا یہی اسلحہ ہمارے لئے کارگر ثابت ہوا تھا - ہمارے شہید ، ہمارے جنگی مجروحین اور ان کے شہادت کے عمیق جذبے نے ہی آج ہمیں اتنی بلندیاں اور مراتب عطا کئے ہیں - ساری دنیا میں آج ہماری عزت اور شرف انہیں خدا دوست شہدائے اور مجروحین کی بنیاد پر ہے اور بس -

اسلامی انقلاب کی بقائے اور دوام کا سرچشمہ صرف اور صرف اخلاص ہے

ہمارے اندر ہمارے سب سے بڑے دشمن نے بسیرا کر لیا ہے اور وہ دشمن نفس امارہ ، شہوات نفسانی ، ہوی و ہوس اور خود پرستی ہے - جس لمحے بھی ، خواہ وقتی طور پر ، ہم نے اس زہریلے سانپ اور خطرناک دشمن کو قابو میں کر لیا اسی لمحے ہم کامیاب اور مجاہد فی سبیل ا؟ ہو جائیں گے اور جب کبھی بھی ہمارا یہ دشمن ہماری عقل اور معنوی و روحانی قوتوں پر

حاوي ہو گیا ہم مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر رہ جائیں گے ۔
ہمیں ہدایت بشر اور نجات انسان کی خاطر خلق کیا گیا ہے۔ لہذا ہمارا فریضہ
ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ کریں ۔ خدا وند عالم
نے بے حد و بے حساب معنوي اور روحاني طاقتوں اور صلاحتيوں کو
ہمارے اندر ودیعت کیا ہے ۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان قوتوں کو خود پرستی
، خود خواہی ، ہوي و ہوس نفساني جیسی صفات رذیلہ سے نجات دیں ۔

اخلاص اور ایثار ہی اسلامي انقلاب کے موجد ہیں

اسلامی انقلاب اس انقلاب کا نام ہے جس نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا
۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر زبان پر ایک ہی انقلاب تھا ، اسلامی
انقلاب ۔ یہ سب کس نے کیا ؟ یہ انقلاب کون لے کر آیا ؟ کیا کوئی ایرانی کہہ
سکتا ہے کہ ہاں ! میں یہ انقلاب لایا ہوں ۔ یقیناً کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ۔
یہ انقلاب صرف اور صرف الہی انقلاب ہے اور اس کا لانے والا اور موجد
بھی خدا وند عالم ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی فرد اس انقلاب کو اپنی
طرف منسوب نہیں کرتا ہے حتیٰ امام خمینیؑ بھی اپنی تمام تر عظمتوں اور
بے نظیر قربانیوں کے باوجود اس انقلاب کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے
تھے ۔ ہمیشہ یہی کہا کہ یہ انقلاب ایرانی عوام کی مخلصانہ اور مجاہدانہ
کوششوں کا نتیجہ ہے ۔ اگر تجزیہ کریں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام خمینی
ؑ صحیح فرماتے تھے ۔ حقیقتاً امام خمینیؑ عوام کے لئے صرف ایک الہی

ذریعہ اور وسیلہ تھے ورنہ اسلامی انقلاب کا اصل محرک خداوند متعال ہے کیونکہ ایرانی عوام نے مخلصانہ اور فی سبیل؟ اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کئے تھے لہذا مرضی خدا اور عنایت خدا بھی ان کے ساتھ تھی۔ یہ عوام کا خلوص ہی تھا جس کی بنا پر خداوند عالم نے اس اسلامی انقلاب کی تائید کی ہے۔

ارادہ اور ایمان ہر طرح کے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتے ہیں

لبنان کے مومن مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا ارادہ اور ایمان دنیا کے ہر مادی اسلحے اور طاقت پر غالب ہے۔ یہی وہ مومن جوان تھے جنہوں نے بیروت کی سرحدوں تک آجانے والی اسرائیلی فوجوں کو کھدیڑ کر اپنی حدود سے باہر کر دیا تھا۔ یہی وہ لبنانی عوام تھے جنہوں نے امریکہ اور فرانس کی ان فوجوں کو ذلیل و خوار کر کے لبنان سے باہر کر دیا تھا جو اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ لبنان میں داخل ہو گئی تھیں۔ لبنانی عوام نے یہ کام اسلحوں اور مادی قوتوں اور طاقتوں کے بل بوتے پر نہیں کیا تھا کہ یہ لوگ مادی اسلحے کے لحاظ سے تو بالکل تہی دست تھے۔ بلکہ صرف اور صرف ایمانی طاقت کے دم پر انجام دیا تھا۔ یہ ایک ایسی قوت و طاقت ہے جو ایک مختصر سی اور مظلوم قوم (وہ قوم جو ایک طویل عرصے سے اسرائیل اور اس کی ہمنوا سفاک طاقتوں کی تختہ مشق بنی ہوئی ہے) کو اتنا قوی اور مستحکم کر دیتی ہے کہ

امریکہ ، فرانس اور اسرائیل شرمندہ اور ذلیل ہو کر رہ جاتے ہیں ۔
آج بھی یہی ایمان اور اخلاص ، لبنان کے مومن جوانوں میں ٹھٹھٹھیں مار رہا
ہے ۔ یہ واقعی قابل تعریف اور ستائش ہے کیونکہ یہی وہ قوت ہے جس کے
بل پر لبنان ، امریکہ اور یورپ کو یہ باور کرانے سے روکتا رہے گا کہ
امریکہ اور اس کی حلیف جماعتیں لبنان میں اس کے آئندہ پر حاوی ہو سکتی
ہیں ۔

اخلاص اور قرب خدا : امام خمینی ۲ کی کامیابی کا راز

امام خمینی ۲ کی کامیابی کا راز اخلاص اور قرب الہی تھا ۔ آپ اپنی اس
کوشش میں بحسن خوبی کامیاب ہو گئے تھے کہ ”ایک نستعین“ کو اپنے
میں مجسم کر لیں اور لا متناہی اور لا محدود الہی قدرت سے متصل ہو جائیں
۔

اگر ننھا سا قطرہ اپنے محدود اور چھوٹے سے وجود کے ساتھ ٹھٹھٹھیں مارتے
ہوئے وسیع و عریض سمندر میں غرق ہو جائے تو کوئی طاقت اسے ختم نہیں
کر سکتی ۔ اگر ہر شخص امام خمینی ۲ کی روش پر عمل پیرا ہو جائے تو
امام خمینی ۲ کی طرح ہو جائے گا ۔ البتہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ امام
خمینی ۲ نے اس مشکل اور نادر روزگار کو انجام دیا اور زندہ جاوید ہو گئے
۔ ہم ہر چند اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتے لیکن بہر حال ہمیں اپنی توانائی بھر
کوشش کرنی چاہیے تاکہ اپنی ذمہ داری اور وظیفے کی انجام دہی کسی نہ

کسی حد تک ادا کر سکیں۔

ہمیں چاہیے کہ حضرت علیؑ سے اخلاص کا درس حاصل کریں

امام خمینیؑ نے اس دور میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ یہ تھا کہ ساری دنیا کو اسلام کے مقابل خاضع و خاشع بنا دیا اور دشمنان اسلام کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں: و لقد کنا مع رسول؟!..... (نہج البلاغہ خطبہ ۵۶) ہم خالصانہ اور مخلصانہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہتے تھے۔ ہمارے اعزائی قتل ہوتے رہتے تھے اور یہ سب ہمارے ایمان میں اضافے کا سبب بنتا رہتا تھا۔ خدا نے جب ہمارے اس خلوص اور صداقت کو دیکھا تو ہمیں فاتح اور ہمارے دشمن کو مغلوب کر دیا۔ اگر خدا نے ہماری مدد نہ کی ہوتی تو ہم موجودہ حالات تک نہ پہنچ پاتے۔ ”ما قام للدين عمود و لا اخضر للايمان عود“ دین کا ایک بھی ستون قائم نہ رہ پاتا اور ایمان کی ایک بھی شاخ سرسبز نہ رہ پاتی۔ یہ سب اس زمانے کے مسلمانوں کے خلوص اور صداقت کی ہی دین ہے کہ آج اسلام اس اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کر سکا ہے اور ساری دنیا میں اپنے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ یہ اس زمانے کے با اخلاص مسلمانوں کا ہی کرشمہ ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرہ وجود میں آیا اور آج تک وہی اسلامی تمدن اور اسلامی تحریک ہم تک پہنچی ہے۔ آج جہاں کہیں بھی مسلمان موجود ہیں ان کو حضرت علیؑ کی حیات طیبہ سے اس عظیم درس کو

حاصل کرنا چاہیے۔

اخلاق و معنویت

فصل سوم:

ذکر و نماز

انسان کیلئے تاریکی اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستہ نماز ہے

عبادات اور ان میں بھی بالخصوص نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ نماز کو دین کا ستون کہا جاتا ہے۔ نماز اگر مکمل توجہ اور اپنی تمام شرائط کے ساتھ انجام دی جائے تو نہ فقط نماز گزار کے قلب و روح کو بلکہ اس کے آس پاس سارے ماحول کو نورانی اور معطر کر دیتی ہے۔ نماز گزار جس قدر خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا اتنا ہی خود پرستی، خود خواہی، خود غرضی، حسد، بغض، کینہ وغیرہ جیسی صفات رذیلہ کی قید سے آزاد ہوتا چلا جائے گا اور اتنا ہی اس کے چہرے کی نورانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ موجودہ بشر کی تمام تر مشکلات و پریشانیوں کا سبب خدا سے دوری اور ذاتی مفاد سے وابستگی میں اضافہ اور

شدت ہے۔ نماز انسان کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے آزاد کراتی ہے۔ اس کے غیض و غضب اور شہوات و ہوا و ہوس کو مغلوب کر کے اسے تقرب الہی اور امور خیرہ کی طرف راغب کرتی ہے۔

نماز سکون قلب کی باعث ہے

خدا کی طرف سے انسان پر عائد کردہ وظائف اور عبادات میں سے نماز کو قرآن کریم نے سر فہرست قرار دیا ہے۔ ”الذین ان مکنہم فی الارض اقاموا الصلاة“۔ اگر نماز میں سے اہداف نظام اسلامی کی مہک نہ آرہی ہوتی تو ایک اہم مقام نہ رکھتی اور اس کے متعدد و مختلف بنیادی فائدے نہ ہوتے تو قطعاً اسلام میں نماز سے متعلق اس حد تک تاکیدات موجود نہ ہوتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز اپنی تمام افادیت اور فوائد کے ساتھ فقط ایک وظیفہ شخصی نہیں ہے بلکہ یہ فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو رشد و ارتقاء بخشنے میں ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ تمام واجبات میں جس قدر تاکید اس واجب کے لئے کی گئی ہے وہ بے مثال ہے حتی والدین پر واجب ہے کہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز سے آشنا و مانوس کریں۔ یہ تمام تاکیدات صرف اور صرف اسی لئے ہیں کہ نماز فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو اس قابل بناتی ہے کہ معاشرہ دوسرے تمام وظائف کا بار بھی اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے۔ ان تمام پہلوؤں کے پیش نظر نماز کو اعلیٰ ترین عمل فرض کرنا چاہیے اور صدائے حی علی خیر العمل کو ایک حکمت آمیز صدا

تصور کرنا چاہیے -

نماز ہی ہے جو ایثار ، اخلاص ، توکل بر خدا اور تعبد جیسی صفات انسان کے اندر پیدا کرتی ہے اور اس کو اس لائق بنا تی ہے کہ انسان دوسرے دشوار ترین واجبی امور مثلاً جہاد ، امر بالمعروف و زکات وغیرہ کی انجام دہی پورے جوش و خروش سے انجام دے سکے اور شجاعانہ طور پر اس الہی وادی میں داخل ہو ئے -

آج کا زمانہ الیکٹرونک زمانہ ہے جس کا اثر یہ ہے کہ انسان مختلف مسائل و مشکلات کا شکار ہو گیا ہے نتیجتاً بشریت کی کوشش یہ ہے کہ فریدی اور اجتماعی زندگی کو مشینی حرکتوں سے ہم آہنگ کیا جائے - صلہ رحم ، مروت ، ایثار ، محبت اور نہ جانے کتنی دوسری اخلاقی صفات و اقدار اس مشینی نظام زندگی کیبھینٹ چڑھتی جا رہی ہیں - گھروں میں محبت آمیز فضا آہستہ آہستہ اپنی رنگت چھوڑتی جا رہی ہے -

گذشتہ چند برسوں سے انسانیت کا درد رکھنے والے بعض افراد اس سمت میں متوجہ کرتے رہے ہیں لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ ابھی تک کروڑوں افراد مخصوصاً جو اس جہنم میں خود کو جلا رہے ہیں، انہیں اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے -

اسی وجہ سے آج گذشتہ زمانوں سے کہیں زیادہ خدا وند کریم سے معنوی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں نماز آسان ترین اور موثر ترین ذریعہ ہے جو ہمیں ان اخلاقی اور سماجی مشکلات سے باہر نکال

سکتی ہے -

اہتمام نماز

اہتمام نماز سے مراد فقط یہ نہیں ہے کہ مومنین و صالحین حضرات نماز بجا لائیں اور بس - یہ کوئی ایسا فعل نہیں ہے کہ جس پر حکومت اسلامی کی تشکیل منحصر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کو معاشرہ کا ایک حصہ بنا دیا جائے جہاں ہر شخص نماز کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا ہو - معنویت اور الہی ذکر و عبادت کی روشنی و نورانیت سارے معاشرے کو روشن و منور کرے اور نماز کا وقت نزدیک آتے ہی سارے مرد و زن نماز کی طرف ذوق و شوق کے ساتھ دوڑ جائیں اور دامن نماز میں ایک طرح کا قلبی و روحی سکون حاصل کریں -

نماز: دین کا ستون

نماز دین کا حقیقی ستون ہے لہذا ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں نماز کو اس کا حقیقی مقام و مرتبہ دیا جائے - دین کے سائے میں انسان کو حیات طیبہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب وہ اپنے قلب کو یاد خدا سے زندہ اور روشن رکھے کیونکہ انسان صرف اسی ذریعہ سے تمام اقسام کے فساد و شر سے مقابلہ کر سکتا ہے نیز ظاہری اور باطنی شیطانوں کو مغلوب کر سکتا ہے اور یہ دائمی ذکر اور خضوع و خشوع فقط نماز کی برکت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے - نماز ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کو

اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرنے میں نہایت قوت و قدرت عطا کرتی ہے ۔
 نماز سے بڑھ کر ایسا کوئی ذریعہ یا وسیلہ نہیں ہے جو انسان و خدا کے
 درمیان رابطے کو مستحکم تر یا قوی تر کر سکے ۔ ایک عام انسان بھی اگر
 خدا کے ساتھ اپنے رابطے کو استوار کرنا چاہتا ہے تو نماز ہی سے شروعات
 کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ خدا کا ایک مقرب ترین بندہ بھی اس نماز
 کے ذریعہ ہی تنہائیوں اور خلوتوں میں اپنے خدا ، اپنے محبوب سے راز و
 نیاز کر کے دل کی دنیا کو روشن و جاویدانی بناتا ہے ۔ یہ ذکر و نماز ایک
 ایسا خزانہ ہے جس کا کوئی خاتمہ نہیں ہے ۔ جس قدر اس سے انسیت و قربت
 بڑھتی جائے گی اتنی ہی اس کی نور افشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا ۔
 نماز کے مختلف جملے اور اذکار خود اپنے آپ میں معارف و تعلیمات دین کی
 طرف اشارہ کرتے ہیں اور دن میں کئی کئی بار نماز گزار کو ان تعلیمات کی
 یاد آوری کرائی جاتی ہے ۔ نماز کو اگر اس کی تمام شرائط اور نقائص کے
 بغیر ادا کیا جائے تو یہ نماز انسان کو روز بروز معارف و تعلیمات الہی سے
 قریب اور آشنا کراتی ہے ۔

انسان کو ہمیشہ نماز کی ضرورت

ایسی نماز جو اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ بجالاتی جائے ، انسان کو صراط
 مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے ، اس کے پڑمردہ قلب کو جلا بخشتی ہے ،
 اس کی ناامیدیوں کو یقین میں تبدیل کرتی ہے ساتھ ہی اس کی زندگی کو

باہدف بھی بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز تمام حالتوںخواہ جنگ کا میدان ہو یا گھر کا عیش و آرام، میں واجب ہے۔ انسان ہمیشہ نماز کا محتاج ہے مخصوصاً مسائل و مشکلات سے دچار ہوتے وقت۔ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے سامنے نماز کی اہمیت و منزلت صحیح و حقیقی طور پر بیان ہی نہیں ہو سکی ہے اور اسی لئے ہمارے یہاں نماز کو جو مقام ملنا چاہئے تھا نہیں مل سکا۔ علمائ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مخصوصاً جوانوں کے سامنے نماز کے اسرار و رموز کو بیان کریں۔ انہیں نماز کی منزلت و فوائد بتائیں۔ یہ نماز ہی کا خاصہ ہے کہ ایک بچے سے لیکر ایک عالم تک نماز کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حتی عرفائ بھی نماز کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ تب ہی تو ”اسرار الصلوۃ“ جیسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ نماز ایک ایسا سمندر ہے جسکی گہرائی کا اندازہ ابھی تک نہیں لگایا جاسکا ہے۔ اگرچہ نماز کے بارے میں ائمہ طاہرین سے متعدد روایات اور علمائے دین کے بے شمار اقوال موجود ہیں لیکن اس کے باوجود نماز کی منزلت بہت سے افراد سے ابھی تک پوشیدہ ہے حتی کہ وہ لوگ بھی جو نماز کو واجب سمجھ کر انجام دیتے ہیں ان کے لئے بھی ابھی تک نماز صحیح طور پر بیان نہیں ہو سکی ہے۔ بہر حال، نمازراہ سیر و سلوک کی طرف پہلا قدم ہے جسکو الہی ادیان نے انسان کے حقیقی ہدف یعنی کمال و خوشبختی دنیا و آخرت کی خاطر بشر کے حوالے کیا ہے۔ نماز خدا کی طرف پہلا قدم ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اسی

بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم فرماتے تھے نماز میری آنکھوں کا نور ہے اور جب وقت نماز ہوتا تھا تو بلال سے کہتے تھے کہ اذان کے ذریعے میری روح کے اطمینان و سکون کا انتظام کرو۔ انسان کے تکامل معنوی میں جس قدر نماز موثر ہے اتنی دوسری کوئی عبادت نہیں ہے۔ نماز جہاں معاشرے کو اخلاقی و معنوی صفات و کمالات عطا کرتی ہے وہیں اپنی خاص شکل و شرائط کی بنا پر نماز گزار کو نظم و ضبط کا پابند بھی بناتی ہے۔

عبادت رسول اسلام

رسول اکرم اپنی تمام تر عظمت و منزلت کے باوجود ہرگز عبادت سے غافل نہیں رہتے تھے۔ رات کے پچھلے پہر میں گریہ و زاری اور مناجات و استغفار آپکا دائمی شیوہ تھا۔ ام سلمہ نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبر موجود نہیں ہیں۔ باہر نکلیں تو دیکھا کہ آنحضرت خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اشک جاری ہیں اور استغفار کر رہے ہیں۔ زبان مبارک پر یہ جملہ جاری ہے: ”اللّٰہم ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین“۔ ام سلمہ نے ساختہ روپڑیں۔ رسول اکرم ام سلمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: ام سلمہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کو تو خدا بے حد دوست رکھتا ہے اور آپ کو بخش دیا ہے: ”لیغفر لک اللہ ما تقدّم من

ذنبک و ما تاخر۔“ (سورہ فتح-۲) پھر آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدایا! ہمیں ہمارے حال پر مت چھوڑ؟ فرمایا: ”و ما یومئنی“ اگر خدا سے غافل ہو جاؤں تو کون میری حفاظت کریگا؟ یہ ہمارے لئے ایک درس ہے۔ ہر حال میں خواہ مصائب کا سامنا ہو یا خوشیوں کا، اچھے حالات ہوں یا برے، خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اسی سے مدد مانگنا چاہئے نیز اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ یہی وہ اہم درس ہے جو رسول خدا ہمیں دے گئے ہیں۔

اخلاق و معنویت

فصل چہارم:

اخلاق

اخلاقی انقلاب

اخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان تمام رزائل اخلاقی، صفات بد، اخلاق بد وغیرہ مختصراً یہ کہ ان تمام صفات سے کنارہ کش ہو جائے جو دوسروں کی یا خود کی اذیت و ضرر کا باعث ہوتی ہوں اخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان

خود کو مکارم اخلاق اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرے ۔
 اگر کسی معاشرہ میں صاحب فکر و نظر افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے
 افکار کو دوسرے افراد کے خلاف استعمال نہ کرتے ہوں یا تعلیم یافتہ افراد
 پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے علم کو دوسرے افراد کو نقصان پہنچانے اور
 دشمن کو قوی کرنے کا ذریعہ نہ بناتے ہوں بلکہ معاشرے کے تمام افراد ایک
 دوسرے کا خیال رکھنے والے اور خیر سگالی کے ساتھ زندگی گزارنے والے
 ہوں ، حاسد اور کینہ پرور نہ ہوں ، فقط اپنی زندگی کا اور اپنا خیال نہ
 رکھتے ہوں تو ایسے معاشرے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس معاشرے میں
 اخلاقی انقلاب آگیا ہے ۔

مسائل بشر

اخلاقیات اور تزکیہ نفس بھی زندگی کے ان اہم نکات میں سے ہیں جن کے
 لئے قرآن کریم اور احادیث میں شدید تاکید کی گئی ہے ۔ عالم اسلام میں متفقہ
 علیہ حدیث نبوی موجود ہے کہ ” بعثت لا تمم مکارم الاخلاق “ یعنی میں اس
 لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ فضائل اخلاقی کی تکمیل کروں واضح ہے کہ جس
 معاشرہ میں اخلاقی اقدار ، صفات حسنہ اور مکارم اخلاقی وغیرہ رائج ہوں
 گے اس معاشرے کی عام انسانی زندگی کا معیار کتنا بلند و عالی ہوگا ۔
 آج بشریت کے مسائل و مشکلات انہیں مذکورہ صفات و اقدار کے نہ ہونے

کي بنا پر پيدا ہو رہے ہيں ۔ اگر معاشرہ اسلامي خلكيات و اخلاقي اقدار مثلاً صبر و استقامت کا حامل ہو ، توکل ، تواضع ، حلم جيسي صفات کا احترام کرتا ہو اور پابند ہو تو يقيناً جنت نشان بن جائے گا ۔

معاشرے کے بنيادي ستون

اسلامي اخلاق سے بہرہ مند ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرے ميں پرہيز گاري ، بردباري ، شہوت پرستي سے اجتناب ، دنيا طلبي ، حرص ، ذخيره اندوزي جيسي صفات سے دوري ، اخلاص ، پارسائي ، نيكي اور ديگر اخلاقي صفات پائي جاتي ہوں اور ان صفات کو اہميت بھی دي جاتي ہو ۔ اگر ان اسلامي اقدار اور اخلاقي صفات پر عمل کر ليا جائے تو معاشرہ اسلامي رشد و ارتقائ کي منزليں طے کرتا اور قوي سے قوي تر ہوتا جائے گا۔ استعداد اور صلاحتيں سامنے آنے لگیں گی اور پھر ایسا اسلامي معاشرہ دوسري اقوام اور ملتوں کے لئے نمونہ بن جائے گا ۔

طالب علم اور خود سازي

نوجوان طالب علموں کي ايک اہم ترين ذمہ داري خود سازي اور تکميل اخلاق ہے ۔ نوجواني خود سازي اور تزکيه نفس کے لئے بہترين وقت ہوتا ہے ۔ اس سے استفادہ کيجئے ۔ علم اور صنعتي ، سياسي ، سماجي رشد و ارتقائ ، اخلاق کے زیر سایہ ہو تو قابل تعريف ہے ۔ يہاں پر قابل غور نکتہ یہ ہے کہ

قرب خدا ، اخلاقي رشد و ارتقائى كى بنياد و اساس هے -

اخلاق تمام امور كى بنياد هے

تبليغ دين اور حقائق دين كى ترويج علمائى اور مبلغين اسلام كى ذمه دارى هے -
اگر ہم اقتصادي نقطه نظر سے اپنا ايک مقام بنا لیں ، سياست كے شعبے ميں
اپنا تشخص قائم كر لیں، اپنے موجوده مقام و منزلت ميں خاطر خواه اضافہ كر
ليں ليكن ہمارا اخلاق اسلامي اخلاق نہ ہو يعني ہمارے درميان صبر ، علم ،
ايثار ، عفو جيسی صفات كا فقدان ہو تو اس كا مطلب يہ هے كه ہمارا ظاہر تو
خوبصورت اور حسين هے ليكن ہماري بنيادیں كھوكھلي ہيں كيونكه اخلاق
تمام افعال و امور كى بنياد و اساس هے - زندگي كے دوسرے تمام شعبوں ميں
ترقي و ارتقائى اخلاق حسنہ كے لئے مقدمہ كے مانند هے - رسول اكرم كا
فرمان هے: ” بعثت لاتمم مكارم الاخلاق “ يعني مجھے مبعوث اسي لئے كيا
گيا هے كه فضائل اخلاقي كى تكميل كروں - اسلامي حكومت كا فلسفہ يہي هے
كه معاشرے كى تربيت كرے ، معاشرے ميں اخلاق حسنہ كى ترويج كرے ،
معاشرہ قرب خدا حاصل كرے ، تمام افعال و امور قربت كى نيت سے انجام
دئے جائیں - اسلامي نقطه نظر سے سياست ميں بهي قصد قربت ضروري هے
- قصد قربت كس وقت كيا جاتا هے ؟ اس وقت كيا جاتا هے جب انسان مطالعہ و
جستجو كرے اور ديكھے كه خدا وند عالم كى رضا كس چيز ميں پوشيده هے -
لہذا انسان جس فعل ميں رضائے خدا كا مشاہدہ كرتا هے اسے انجام ديتا هے

اور جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے اس فعل کو انجام نہیں دیتا ہے ۔

راہ امام خمینی ۲

ایک بار میں نے امام خمینی ۲ سے سوال کیا کہ مشہور دعاوں میں سے کونسی دعا سے آپ زیادہ انس رکھتے ہیں ؟ اور کس دعا پر آپ کو زیادہ اعتقاد و یقین ہے ؟ آپ نے کچھ دیر بعد فرمایا : دعائے کمیل اور مناجات شعبانیہ ۔ ان دونوں دعاوں میں مناجات ، حالت استغفار ، استغاثہ اور خضوع و خشوع کو عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ یہ دعائیں ایسی دعائیں ہیں کہ ہمارے اور خدا کے درمیان رابطہ عشق و محبت کو مستحکم اور عمیق کرتی ہیں ۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے امام خمینی ۲ نے اپنی پوری حیات گزار دی تھی ۔

انسانی کمال خواہشات نفسانی سے مقابلہ ہے

انسان کی عالی ترین اور کامل ترین زندگی وہ ہے کہ جس میں وہ راہ خدا میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور خداوند عالم کو خود سے راضی کرتا ہے اور ہوا و ہوس کو اپنے اوپر غالب نہیں ہونے دیتا ہے ۔ ایسا شخص انسان کامل ہے ۔ اس کے برعکس وہ انسان جو اپنے جذبات و احساسات ، ہوائے نفسانی اور غیض و غضب کا اسیر ہوتا ہے ، وہ انسان پست اور حقیر ہے خواہ وہ ظاہراً مقام و مرتبت کا حامل ہو ۔ دنیا کے بڑے سے بڑے ملک کا وزیر اعظم یا امیر

ترین شخص اگر اپنی خواہشات نفسانی کا مقابلہ نہ کر سکے تو وہ بھی ایک حقیر انسان ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک عام سا اور نادار شخص اگر اپنی خواہشات پر قابو پا لے اور غلبہ حاصل کر لے تو انسان بزرگ اور کامل ہے

-

تحول اخلاقی جوانوں کے لئے آسان ہے

خوش قسمتی سے ان آخری کچھ برسوں میں جمہوری اسلامی نے معنوی لحاظ سے خاطر خواہ پیشرفت کی ہے۔ جوانوں میں معنویات، دین و عبادت کی طرف رغبت، نماز و روزہ میں خضوع و خشوع اور قرب خدا رائج اور عام ہو گیا ہے لیکن فقط یہی سب کچھ تحول اخلاقی نہیں ہے اور شاید کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملت کے لئے تحول اخلاقی کس حد تک مشکل ہے اور اسی لئے جب اخلاقی تحول کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے تو پہلے مرحلے میں جوانوں کو مخاطب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے اندر تبدیلی اور تغیر کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ جوانوں کے قلوب روشن اور ان کی طبیعت پاک و سالم ہوتی ہے۔ ان میں جاہ طلبی، شہرت طلبی، ثروت طلبی وغیرہ نہایت کم پائی جاتی ہے۔ لہذا جوانوں میں تحول اخلاقی آسان تر ہے البتہ بزرگ اور سن رسیدہ افراد کو مایوس نہیں ہوجانا چاہیے کہ ان کے اندر اخلاقی تحول نہیں ہو سکتا۔

انقلاب، معنویات اور اخلاق اسلامی کے بغیر ناممکن ہے

انقلاب اسلامي مکمل طور پر فقط اس صورت میں تحقق پا سکتا ہے جب ملت حقيقي طور پر مسلمان اور مومن ہو جائے۔ اسلام کا ایک حصہ افراد کے عمل سے متعلق ہے جس کی بنا پر نظام کلي اجتماعي عالم وجود میں آتا ہے اور دوسرا حصہ افراد کے ذاتي اور شخصي عقائد، کیفیات روجي اور عمل و کردار پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر اسلامي انقلاب اور جمہوري حکومت تمام مادي اور معنوي وسائل کے ہوتے ہوئے لوگوں کے قلوب اور خلیات کو اسلامي نہیں کر سکی ہے جو دیرینہ غلط تربیت کی بنا پر عالم وجود میں آئے ہیں تو یہ انقلاب قطعاً کامیاب اور حقيقي نہیں ہے۔ حقيقي انقلاب وہ انقلاب ہے جو عوامي ہے، اجتماعي اور اقتصادي حوالوں سے انقلاب، عوامي انقلاب کی فرع و شاخ ہے۔ اگر لوگوں کے قلوب تبدیل نہ ہوں تو ایسا انقلاب اور اقتصادي-سیاسي تبدیلیاں لا حاصل ہیں۔ بھمڈ؟ ہمارے یہاں اوائل میں روجي انقلاب رونما ہوا کہ جو بذات خود ایک نہایت اہم قدم تھا اور جس کا نتیجہ وہي سامنے آیا جو آج ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس انقلاب کی بدولت جو کچھ رونما اور واقع ہوا اگر مزید دوام اور استحکام حاصل نہ کر سکے اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کو اپنے اندر شامل نہ کر سکنے کے علاوہ خدا نخواستہ ظاہراً تو اسلام، جمہوري اسلامي اور انقلاب اسلامي باقی رہ جائے لیکن در حقیقت واقعہ کچھ اور ہو تو یہ انقلاب قطعي طور پر موفق اور کامیاب نہیں ہے۔ خدا نخواستہ ایسی صورت پیش آنے سے پہلے ہم خدا سے پناہ کے خواستگار ہیں۔ ہمیں کسی بھی صورت میں ایسے

حالات پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ دشمن آج انہیں نکات اور پہلوؤں پر آنکھیں گاڑے ہوئے ہے۔ تمام افراد مخصوصاً علمائے حضرات کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کی تربیت اور قلبی، روحی اور اخلاقی انقلاب کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ کے دوران اس مملکت کے بعض جوانوں میں ایک معنوی اور حقیقی انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ شہدائے کے وصیت نامے کہ جن کے مطالعہ کے لئے امام خمینیؑ نے تاکید کی ہے اسی لئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک منفرد شخص کے انقلاب کی عکاس ہیں۔ ان وصیت ناموں کو جب ایک انسان پڑھتا ہے تو خود بخود ان شہدائے کے اندر پیدا ہونے والے ذاتی اور درونی انقلاب سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس روش کو عام اور رائج کر دیں اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے۔ اگر سو فیصد ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ تو ممکن ہے کہ اکثریت کے اندر اس اندرونی اور ذاتی انقلاب کی آبیاری کی جا سکے لیکن اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود نصیحت کرنے والے شخص کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے اور اخلاق معنویات کے علاوہ توکل بر خدا مستحکم ہو جائے۔

بہتر ہے اس سمت میں قبل از ہم ہم لوگ قدم آگے بڑھائیں یعنی خود اپنی ذات سے شروع کریں۔ واقعیت یہی ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کے اندر بھی اس سلسلے میں نقص یا کمی باقی رہ گئی تو دوسروں پر ہماری بات کا غلط اثر

پڑے گا۔

اخلاق، بعثت کا ایک اہم پیغام

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں ، اپنے اخلاق کی اصلاح کریں ، خود کو باطنی لحاظ سے خدا سے قریب کریں ، ایک فرد کی حیثیت سے شخصی اور ذاتی اصلاح کریں ، خداوند کریم کی آیات کا مشاہدہ کریں اور قرب خداوند حاصل کریں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہماری یہ ذاتی و فردی مسؤلیت کی انجام دہی، ہمارے دوسرے افراد اور معاشرے سے متعلق امور اور وظائف کی بہتر طور پر انجام دہی میں معاون ثابت ہو گی۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ اخلاق اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں اپنے اور اپنے دوسرے افراد کے لئے مجاہدت کریں۔ بعثت کے اہم پیغامات میں سے ایک پیغام یہی تھا۔

اخلاق حسنہ

ہمارے یہاں الہی حدود و مقررات نافذ ہو چکے ہیں ، اسلامی نظام اور عدالت اجتماعی تحقق پا چکی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام مراحل کو طے کرنے کے بعد بھی ہم ابتدائی منازل یا پہلے ہی مرحلے میں ہیں۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ افراد جو اس اسلامی نظام کے تحت پر سکون اور عادلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں اخلاق حسنہ کے حصول کے لئے رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ تشکیل حکومت کا اصل ہدف یہی ہے۔ لوگ خود بخود اخلاق کی جانب قدم بڑھائیں۔ اخلاق حسنہ کا حصول، تکامل

معنوي ، روي اور معرفت كا موجب هوتا هے - اسي راستے كے ذريعه انسان كامل بنا جا سكتا هے - رسول اكرم نے فرمايا تھا : انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق “ مجھے اسي لئے مبعوث كيا گيا هے كه فضائل اخلاقي كي تكميل كروں - يه حديث شيعه اور سني دونوں بي جانب سے نقل هوي هے - يهاں لفظ ” انما “ نهايت اهميت كا حامل هے يعني ميري بعثت كا هدف هي فضائل اخلاقي كي تكميل هے - بقيه تمام چيزیں مقدمه كے طور پر هيں ” لا تمم مكارم الاخلاق “ تاكه مكارم اخلاق تمام ابنائے نوع كے درميان جگه بنا لے اور ميري امت كمال تك پهنچ جائے -

اگر كسي اسلامي معاشره ميں اخلاق الهي اور اخلاق اسلامي كو طاق پر ركھ ديا جائے اور معاشره به راه روي ، خود پرستي ، كجروي جيسي صفات كے دلدل ميں پهنس كر ره جائے تو كس طرح اس حكومت كو اسلامي اور الهي حكومت كها جا سكتا هے ؟

حكومت اسلامي فقط وهي حكومت هو سكتي هے جس ميں تمام اخلاق صفات رائج هوں اور يهي بعثت لاتمم مكارم الاخلاق كي اساس بهي هے - آج موجوده دنيا كو اسي اساسي چيز كي ضرورت هے ليكن مادي دنيا اس خصوصيت سے كلي طور پر محروم هے -

اخلاق كے اثرات و ثمرات

پيغام انقلاب اسلامي ، پيغام معنويت ، اخلاق ، قرب خدا اور اس عنصر كو

انسانی زندگی میں راسخ کرتا ہے۔ جہاں جہاں اسلامی انقلاب کے پیغام نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے وہاں وہاں معنویت کو اپنے ساتھ لے کر گیا ہے حتیٰ بعض عیسائی اور غیر اسلامی ممالک اور معاشروں میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر ان معاشروں میں انقلاب اسلامی سے درس لیا گیا اور استفادہ کیا گیا ہے تو معنویت نے بھی اپنی جگہ بنائی ہے اور یہی معنویت انقلاب اسلامی کا اولین پیغام ہے۔

معنویت اور اخلاق سے عاری علم ایٹم بم کے مانند ہے
اگر علم ، معنویت ، وجدان ، اخلاق ، عواطف اور بشری احساسات سے عاری ہو تو کسی بھی صورت میں بشر کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ علم اخلاق و معنویت کے بغیر ایٹم بم کے مانند ہے جہاں گرے گا معصوم افراد کو قتل کرے گا۔ ایسا علم ، علم نہیں بلکہ اسلحہ بن جاتا ہے اور پھر لبنان ، فلسطین اور دیگر جگہوں کے غیر فوجی افراد کو اپنا ہدف قرار دیتا ہے۔ ایسا علم مہلک کیمیکل بن جاتا ہے اور پھر دنیا بھر میں نہ جانے کہاں کہاں مرد و عورت اور بچوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اس طرح کے مہلک کیمیکل کہاں سے نمودار ہوئے؟ یہ سب انہیں علمی مراکز اور یورپی ممالک سے صادر ہوئے ہیں۔ ان جگہوں پر ان مہلک اشیاء کو تیار کیا گیا اور پھر نااہل حکومتوں کے حوالے کر دیا گیا ہے اور پھر نتیجہ وہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

موجودہ مختلف النوع اسلحہ جات ابھی تک دنیا کو آرام نہیں بخش سکے ہیں اور نہ ہی بخش سکتے ہیں یہ سب اس لئے ہے کیونکہ اخلاق و معنویات کو علم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ہم نے تمدن اسلامی اور نظام جمہوری اسلامی میں اس بات کی کوشش کی ہے اور اسی کو اپنا ہدف بنایا ہے کہ علم کو اخلاقیات اور معنویات کے ساتھ ساتھ لے کر چلیں۔

اخلاق و معنویت

فصل پنجم:

ایمان

ایمان کی علامتیں

ایمان کی علامتیں گناہ انجام نہ دینا، خدا سے ڈرنا، بندگان خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، دشمنان خدا کے ساتھ سختی اور دشمنی سے پیش آنا، مومنوں کے چھوٹے موٹے اختلافات کو نظر انداز کر دینا وغیرہ ہیں۔ درحقیقت، ایمان اگر محبت و خلوص جیسے رابطوں سے عاری ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ محبت ہی ہے جو میدان عمل میں ایمان کو اہمیت

و ارزش بخشتی ہے - محبت و خلوص کے بغیر کسی تحریک کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا - اسلامی نقطہ نظر سے عشق و محبت کا عالی ترین عنوان ” محبت اہلبیت “ ہمارے پاس ہے - اس محبت کا عروج ہمیں کربلا میں روز عاشورا دیکھنے کو ملا کہ چند افراد پر مشتمل ایک گروہ نے تاریخ و تمدن تشیع کی ایک ایسی بنیاد ڈالی کہ آج بھی اس تاریخ و تمدن کے نقوش روز بروز روشن ہوتے جا رہے ہیں -

دنیا میں رونما ہونے والے انقلاب ، حکومتیں ، ادارے وغیرہ اس وقت منحرف ہوتے ہیں جب ان کے اندر معنویت ، ایمان ، خدا سے رابطہ وغیرہ کا فقدان ہو جاتا ہے - انقلاب جمہوری اسلامی سے متعلق بھی اگر غور کیا جائے تو ہمیں انہیں مقامات پر خفت کا سامنا کرنا پڑا ہے جہاں مذکورہ بالا صفات کا فقدان پایا گیا -

ہمارے اور خدا وند عالم کے درمیان تعلق و ارتباط کو غیر اہم شمار نہیں کیا جانا چاہیے ہماری زندگی کا انحصار ہی اس رابطہ اور تعلق پر ہے - یہی رابطہ ہے جو دشمن سے مقابلہ کرتے وقت ہمارے دل کی ڈھارس بنا رہتا ہے - یہی رابطہ ہے جو ہمیں مومنوں سے محبت کرنے پر اکساتا ہے تاکہ ہم آپسی کے اختلافات کو نظر انداز کر سکیں - یہی رابطہ ہے جو ہم سے کہتا ہے کہ اپنی خواہشات کی بنا پر ہم حقائق کو نظر انداز نہ کریں ، اپنی ذاتی غرض کی خاطر خدائی مصلحتوں کو فراموش نہ کریں - یہی رابطہ ہے جو ہمیں صراط مستقیم سے منحرف ہونے سے بچنے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات

و مسائل کو ہمارے لئے آسان کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ و تعلق ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں ہمارے لئے ممکن ہے۔ جمہوری اسلامی کی اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب اور اس کی برکت سے دوسری اسلامی اقوام و ملتوں کے پاس آج جو کچھ بھی ہے وہ خدا پر توکل، خدا پر بھروسہ اور ذکر خدا کی وجہ سے ہے۔ اس طرف سے ہمیں کسی لمحے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر خدا پر بھروسہ اور توکل نہ ہوتا تو مشکل سے ہی تصور کیا جا سکتا تھا کہ ایران میں کبھی اسلامی انقلاب آسکے گا۔ اس اسلامی انقلاب کی اساس اور بنیاد انسان سازی پر رکھی گئی ہے۔ پہلے مرحلے میں انسان سازی یعنی دل کی تعمیر اور روح کا آباد کرنا ہے۔ دنیا اگر نعمتوں اور لذتوں سے پر ہو لیکن انسان اخلاق، انسانیت اور دینداری سے عاری ہو تو یہ دنیا اہل دنیا کو کچھ نہیں دے سکتی، بشریت کو آسائش اور تسکین نہیں بخش سکتی۔ انسان کی آسائش کی تسکین کا سامان اس اخلاق سے فراہم کیا جا سکتا جس کا سرچشمہ دین ہے۔ دنیا میں اگر اخلاق و معنویت اور دین نہ پایا جائے تو وہی ہوگا جس کا ہم آج اس دنیا میں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ چند استکباری قوتیں اور طاقتیں دنیا کی ایک بڑی مظلوم آبادی پر اپنے مظالم کا منہ کھولے ہوئے ہیں۔

اسلامی انقلاب کے عوامل

اسلامی انقلاب کن عوامل کی بنیاد پر عالم وجود میں آیا ہے؟ اسلامی انقلاب

کسی ایک وجہ سے نہیں بلکہ متعدد و مختلف عوامل کی بنا پر رونما ہوا ہے۔ اسلامی انقلاب کو سمجھنے کے لئے علمی، تاریخی، جامعہ شناس اور عمیق و دقیق نگاہ کی ضرورت ہے کہ انسان آئے اور غور و فکر کرے۔ البتہ یہ انقلاب کن عوامل کی بنا پر رونما ہوا، ایک طویل علمی بحث ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ چیز جس کے ذریعہ اس انقلاب کی روح اور گہرائی تک پہنچا جا سکتا ہے، وہ حُبِ خدا، الہی تکالیف کی انجام دہی اور قیام؟ یعنی خدا کے لئے اٹھ کھڑا رہنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض افراد کے اذہان میں دوسرے عوامل مثلاً جنگ و غیرہ بھی آئیں لیکن یہ بھی صحیح ہیں اور یہ بھی اس انقلاب کی علتوں میں شامل ہیں۔ اسی طرح کی علتیں انقلاب سے پہلے بھی اذہان میں پائی جاتی تھیں اور یہ انقلاب کے رونما ہونے میں موثر تھیں لیکن ان تمام عوامل کے پس پشت بھی ایک طاقت کار فرما تھی اور وہ تھی روح دینی اور ذمہ داری و وظیفہ کی انجام دہی کے احساس کی طاقت کیونکہ ظلم و ستم سے مقابلہ، فساد سے مبارزہ، پسماندگی، فقر و غیرہ سے جنگ ان موارد میں سے ہیں جو رضائے الہی کا باعث بنتے ہیں۔ خداوند عالم نے بھی انسان کیلئے مختلف مقامات پر اس طرح کے احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اگر عنصر دینی نہ پایا جائے تو اس طرح کے عوامل سماج کے ہر طبقے میں عمیق و وسیع صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ انقلاب ایک ختم نہ ہونے والا انقلاب ہے۔ اگر عنصر دینی نہ پایا جائے تو کوئی بھی

تحریک ہو مختصر سے عرصے کے بعد دم توڑ دیتی ہے ۔
چند معین شدہ افراد ایک سمت میں آگے بڑھتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنی
اپنی جگہ خاموش بیٹھ جاتے ہیں یا چند افراد اپنے اہداف تک رسائی حاصل
کر لیتے ہیں اور چند دیگر حکومت و جاہ و حشم میں پھنس کر رہ جاتے
بینایک گروہ عیش و عشرت کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا فقر و فاقہ کا ۔

اس طرح آہستہ آہستہ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے ۔
اس کی مثال دنیا کی مختلف تحریکوں اور انقلابوں میں بطور عیاں دیکھی جا
سکتی ہے کیونکہ ان تحریکوں میں اسم خدا ، نام خدا ، یاد خدا ، عنصر عبادت
و اخلاص نہیں پایا جاتا تھا ، امام خمینی ۲ کے جیسا کوئی الہی معنوی رہبر
موجود نہیں تھا ، لہذا یہ تحریکیں اپنا ذرا سا بھی اثر چھوڑے بغیر مختصر
سے عرصے میں ختم ہو گئیں لیکن اسلامی انقلاب میں معاشرے کے سارے
افراد ، مرد و زن ، بوڑھے ، بچے شریک تھے حتیٰ ایسے افراد بھی اس
انقلاب میں پیش پیش تھے جو اجتماعی امور میں کبھی دخل نہیں رہے تھے ۔
اس کے علاوہ ایسے افراد کو بھی دیکھا گیا کہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی
میں خود اپنی خاطر کبھی کوئی بڑا اور خطرناک کام انجام نہیں دیا تھا ۔
یہ تھا اسلامی انقلاب اور ایسا انقلاب کہ ساری اسلامی تاریخ پہلی اسلامی
حکومت کے بعد سے ہمارے زمانے تک ایسا انقلاب نہیں دکھا سکتی ۔ آخر یہ
کیسا انقلاب تھا ؟ اس انقلاب کے پس منظر میں کون سی طاقت کار فرما تھی

؟

یہ طاقت تھی اسلامی طاقت ، قرآنی طاقت ، دینی طاقت ۔ اس انقلاب کی بنیاد اس نکتہ پر رکھی گئی تھی کہ آئندہ آنے والی حکومت ایک اسلامی حکومت ہوگی ، قوانین ، اسلامی قوانین ہوں گے ۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ایسا آپ کو کہیں نہیں ملے گا ۔

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کچھ افراد ناشکری کر رہے ہیں ۔ خدا کی نعمتوں کو حقیر شمار کرتے ہیں ۔ بطور مثال اگر کسی عدالت نے ایسا کوئی حکم صادر کر دیا ہے ، کسی سرکاری افسر نے کہیں کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو ان لوگوں کے مزاج اور مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو ایک واویلا مچ جاتا ہے ۔ انقلاب ، حکومت ، جمہوری اسلامی ، ولایت یعنی اس عظیم تحریک کے تمام جوانب پر ایک سوالیہ نشان لگا دیتے ہیں ۔ ہر چیز کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں جب کہ یہ لوگ اصل حقیقت آشنا بھی نہیں ہوتے ۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انقلاب کے اتنے سال گزرنے کے بعد بھی دنیا کے کونے کونے سے ہمارے پاس مسلمان دانشمند و علمائے حضرات تشریف لاتے ہیں اور ہم سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ایران میں زندگی گزارتے ہیں ، آپ نے اپنے ہاتھوں سے انقلاب کی آبیاری کی ہے ، آپ کو احساس نہیں ہے کہ آپ کا برپا کیا ہوا یہ انقلاب کتنا عظیم انقلاب ہے ۔ یہ انقلاب تاریخ کا منفرد انقلاب ہے ۔

ایک ایسا ملک جو امریکہ کی پناہ گاہ تھا ، جس کے وزراء دنیا کی استکباری طاقتوں کے آگے جبہ سائی کرتے تھے ، جس ملک کی حکومت حاکموں کے

گھروں (خاندانوں) میں تقسیم ہوتی تھی ، روز بروز معاشرے کو دین سے جدا کیا جا رہا تھا ، عوام کو زبردست اخلاقی پسماندگی ، جنسی بے راہ و روی کی طرف مائل کیا جا رہا تھا ، اگر ایسے ملک میں کوئی آئے اور ایک مستقل ، آزاد و عوامی حکومت کی بنیاد رکھے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے ۔ عوام کے عام طبقے سے خواص تک سبھی انسان ، پارلیمنٹ کے اراکین ، قوہ قضائہ و مجریہ اور فوج وغیرہ کے ذمہ دار افراد سبھی مومن و متدین ہیں ۔ ان میں سے بعض نافلہ خوان اور نماز شب کے پابند بھی ہیں ۔ ایران کوئی عام ملک نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ جیسی طاقت سے بھی بغیر کسی خوف و خطر کے ٹکرا جاتا ہے ۔ یہ معمولی نکات نہیں ہیں بلکہ قابل غور و اہم ہیں ۔ بہر حال اگر اسلامی حکومت کے تحت کچھ موارد ایسے مل جائیں جن پر اعتراض کیا جا سکے تو کیا حضرت علیؑ کے دور حکومت میں ایسے موارد نہیں تھے ؟ کیا اس وقت بد اخلاقی نہیں تھی ؟ حد شرعی جاری نہیں ہوتی تھی ؟ کیا اس زمانے میں چوریاں نہیں ہوتی تھیں ؟ یقیناً تاریخ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں چوریاں ہوتی تھیں وہیں حدود شرعی بھی جاری ہوتی تھی ۔ قابل اعتراض یہ نہیں کہ چوری ہو اور حد شرعی بھی جاری ہو بلکہ قابل اعتراض یہ ہے کہ چور اور فاسد افراد کے خلاف حدود شرعی جاری نہ ہوں اور ان کو دین کی طرف مائل نہ کیا جائے ۔ ایک معاشرے میں ، ایک قوم کی تعلیم و تربیت ایک مختصر عرصے میں

يعني چند برسوں ميں تو نہيں کي جا سکتی ۔ اس کے لئے ايک طويل زمانہ چاہيے ۔ جمہوري اسلامي ايران کا اسلامي انقلاب ، اتنا عظيم واقعہ ! دوسرے افراد بهي اس بات کي تائيد کرتے ہيں اور ہم بهي اس بارے ميں غور و فکر کرتے ہيں کہ ايک دن آئے گا کہ يہي اسلامي انقلاب ايک بڑي اور عالمي تحريک ميں تبديل ہو جائے گا ۔ اس انقلاب کو ايک عظيم انقلاب کہا جا رہا ہے ۔ اس کي وجہ بهي واضح ہے اور وہ يہ کہ امريکہ ، اسرائيل ، استکباري طاقتيں اور عالمي قوتيں اس اسلامي نظام کو کسي بهي صورت ميں قبول نہيں کر پا رہي ہيں يہي وجہ ہے کہ اس عظيم تحريک کي ساري دنيا مخالفت کر رہي ہے ۔ ايک ايسي قوم کو جو اتنا عظيم انقلاب برپا کر دے اور پھر اس انقلاب کے خاطر خواه نتائج بهي ظاہر ہو جائیں ، اسي پر اکتفا نہيں کرنا چاہيے بلکہ روز بروز ترقي کي طرف مائل رہنا چاہيے ۔ امريکہ اور اس وقت کي روس جيسي عالمي طاقتيں موجودہ اسلامي نظام کي از اول مخالف تھيں ۔ بحمد ؟ روس ختم ہو گیا ليکن امريکہ ابھي تک اپني تمام تر پليديگيوں کے ساتھ باقي ہے ۔ امريکہ نے ايران کے سلسلے ميں اپني مخالفت اس طرح ظاہر کي کہ عراق کے پس پردہ ايران کے ساتھ آٹھ سال تک جنگ لڑي ليکن يہ اس انقلاب کي برکت تھي کہ ہماری قوم نے ان تمام مشکلات کا سامنا کيا اور دشمن کو منہ کي کھاني پڑي ۔ مذکورہ عالمي استکباري طاقتوں ميں سے ہر طاقت ميں اتني صلاحيت ہے کہ ايک نظام يا حکومت کو تہہ و بالا کر دے ليکن ايران کے خلاف اقتصادي

پابندیاں ، جدید ترین اسلحہ جات کے ذریعہ طویل جنگ اس پر مستزاد عالمی پروپیگنڈہ بھی ایران کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آٹھ سال تک طویل جنگ لڑنے کے باوجود بھی ایران کی ایک انچ زمین حاصل نہ کی جا سکی۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ یہ عظیم کارنامہ اس انقلاب اور اس نظام حکومت کی ہی برکت تھی کہ ایران و عراق کے مابین ۸ سالہ جنگ ختم ہوئی اور ایک مرتبہ پھر ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے کوششیں شروع کر دی گئیں۔ آج آپ ملک کے کسی بھی گوشے میں چلے جائیں آپ کو ایسے افراد مل جائیں گے جو ملک کی آئندہ خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ ملت ، قوم ، افسران بالا وغیرہ سبھی اس سمت میں جد و جہد کر رہے ہیں۔ یہ اس انقلاب کا اثر ہے اور یہ آئندہ بھی دوام حاصل کرے گا۔ ملک کی خوشحالی ، رفاہ اور فلاح و بہبود کے لئے شروع کی گئی یہ تحریک مستقبل میں بھی باقی رہے گی۔ ہماری قوم کسی بھی صورت میں میدان چھوڑ کر فرار اختیار نہیں کر سکتی۔ یہ سب دین کی برکتیں ہیں۔ یہ انقلاب ، دین و مذہب سے جدا انقلاب نہیں ہے۔ یہ سیاسی پارٹیوں اور مختلف اشخاص کے نظریات پر مبنی انقلاب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ایک متدین اور مذہبی قوم کے ذریعہ عالم وجود میں لایا گیا ہے۔ لہذا اس انقلاب کا اصل عنصر بھی یہی ہے۔

ہمارے معاشرے کی سعادت کا راز خدا پر ایمان

ملت ایران بنام اسلام رو بہ ترقی ہے اور اسلام ہی کی خاطر جد و جہد کر رہی ہے اسی بنا پر یہ عظیم واقعہ بھی رونما ہوا کہ عصر حاضر میں دین خدا اور اسلامی تعلیمات کی اساس پر ایک نظام حکومت و معاشرہ کی بنیاد پڑی مادی وسائل کے ذریعہ کسی بھی قیمت پر یہ چیز ممکن نہیں تھی۔ اسلامی اقوام، ایران کی اس اسلامی تحریک کی طرف شدت سے مائل ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اس اسلامی مملکت کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان قومیں ایران کے اسلامی انقلاب کے متعلق پر امید ہیں اور اسی لئے اس سمت میں حرکت بھی کر رہی ہیں۔ آج دنیا میں شاید ہی کوئی مسلمان قوم ہو جو اس اسلامی تحریک سے متاثر نہ ہو۔

مسلمان قوموں میں اس انقلاب سے متعلق یہ امید و تمائل اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے جب ہم دین خدا پر ایمان رکھتے ہوئے ذرہ برابر انحراف کا شکار نہ ہوں۔ عالمی طاقتوں، عالمی مسائل، ملکی سیاست، خارجی و داخلی سیاست سے بھی ہم مذکورہ صورت میں ہی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ معاشرے سے اس راز سعادت یعنی ایمان بہ خدا کو اپنی زندگی اور معاشرے میں لمحہ بہ لمحہ قوی اور مستحکم کریں۔ ملک و ملت کو اسلامی تعلیمات کی طرف بیشتر راغب کریں۔ معاشرے کے جوان طبقے کو اسلامی تعلیم و تربیت پر عمل پیرا ہونے کی عملی دعوت دیں۔ ہماری دانشگاہوں کا فریضہ ہے کہ وہ جوانوں کو نہ فقط عالم بلکہ مسلمان عالم با

عمل بنا کر معاشرے میں پیش کریں اور یہی اسکول و کالج وغیرہ کی بھی ذمہ داری ہے۔ غیر ازیں یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو اس قدر رائج کریں کہ دوسری تمام تعلیمات و افکار ماند پڑ جائیں۔

خدا پر ایمان اسلامی فوج کا امتیاز

اگر چہ فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ بنیادی ضرورتوں میں سے ہے لیکن وہ چیز جو ہماری اسلامی فوج کو دوسری افواج سے متمایز کرتی ہے وہ خدا پر ایمان، فرمان الہی کی انجام دہی اور جہاد فی سبیل؟ کا احساس ہے۔ یہ وہ اصل عنصر ہے کہ اگر اس کو جدا کر دیا جائے تو ہماری اسلامی فوج بھی دوسرے ممالک کی افواج کی طرح فقط افراد پر مبنی فوج ہو کر رہ جائے گی یعنی اگر اسلحہ جات، افراد، استعداد وغیرہ پر تسلط حاصل ہو گیا تو ممکن ہے کہ استقامت پیدا ہو جائے لیکن اگر دشمن کی طاقت ہم سے ذرا سی زیادہ ہو گئی تو ممکن نہیں ہے کہ ہم مقابلہ کر سکیں۔ آج ہم سب پر واضح ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں تعداد اور افراد یعنی مادیات کے لحاظ سے اسلامی مملکت اور افواج سے قوی تر ہیں۔ قوی تر اس صورت میں ہیں جب ہم ایمان کو اسلامی افواج سے خارج کر دیں لیکن اگر ایمان کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسلامی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہی وہ عنصر ہے جس کو ہمیں اپنی فوج میں راسخ کرنا ہے ورنہ ظاہری قدرت و طاقت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں

ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ صرف اتنا ہی تو ہے کہ یہ طاقتیں ہم سے اس میدان میں آگے ہیں۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس میدان میں ہم بھی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایمان ایک ایسا عامل اور ایک ایسا عنصر ہے جو ہمارے قبضہ قدرت میں ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اسے اپنی دفاعی افواج کی رگ رگ میں داخل کر دیں۔

ہمارے انقلاب کی تاریخ ہے کہ ہم جب بھی فاتح ہوئے اسی ایمانی قوت کی بنا پر اور جب بھی ہم نے دشمن کے ہاتھوں شکست کھائی اسی ایمان کے نہ ہونے کی بنا پر۔ اگر عراق کے خلاف ہماری دفاعی جنگ میں کئے گئے ہمارے مختلف فوجی آپریشن کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ وہی برآمد ہو گا جو ذکر کیا جا چکا ہے۔ جہاں جہاں ہمارے قلوب حرارت ایمانی سے شعلہ ور تھے وہاں وہاں ہم نے تمام رکاوٹوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور جس جس مقام پر ہم نے مادیات اور ظاہری فتوحات کی طرف مائل ہو کر فرمان الہی اور احکام شرعی کو پس پشت ڈال دیا تھا اس مقام پر مغلوب ہو گئے تھے۔

خدا کے ساتھ رابطے کی برقراری ہم سب کی ذمہ داری ہے

اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کی شناخت حاصل کریں۔ ہم میں سے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ رابطہ کو برقرار رکھے اور کسی بھی قیمت پر اس کو منقطع نہ

ہونے دے - خدا کے ساتھ ارتباط و رابطہ سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے قلب ، عمل ، اخلاق ، رفتار و گفتار کو رضائے الہی کے مطابق قرار دیں - خود پرستی ، دروغ گوئی ، تہمت ، فریب ، نفس پرستی و خواہشات نفسانی سے پرہیز کریں - یاد خدا ، ذکر خدا ، توجہ بہ خدا ، نفس امارہ کی مخالفت اور عبادت حقیقی کو روز بروز اپنے اندر قوی سے قوی تر کریں - یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے -

گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں ہماری ملت کے اسلامی مجاہدین کی شجاعت ، قدرت توانائی ، ایثار ، رومی استقلال ، خود اعتمادی اور خدا پر توکل وغیرہ کے متعلق جو کچھ گزرا ہے وہ کسی بھی طرح قابل تعریف نہیں ہے - ہماری ملت کے شجاع مردوں اور غیور عورتوں نے دور حاضر کی عالمی طاقتوں کے جدید ترین اسلحوں کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں ناکارہ بنا دیا ہے - ان واقعات کا بیان آخر کس طرح کیا جا سکتا ہے ! ان واقعات کو قلم و کاغذ کے ذریعہ مقید نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ان سے بھی ماورائے چیزیں ہیں -

ایمانی قوت کے مقابل استکباری قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے

دور حاضر کے عالمی استکبار کے پاس کیا ہے ؟ آخر امریکہ کے پاس کیا ہے کہ مختلف ممالک اور حکومتوں پر اپنا حکم چلاتا ہے ؟ مادی اسلحہ ، پیسہ ، ایٹم بم ، جنگی جہاز ، جدید ٹیکنالوجی اور کیا ہے ؟ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظاہری قدرت کے لحاظ سے یہ چیزیں یقیناً اہمیت کی حامل ہیں

لیکن ایمان کے مقابلے میں ان کے پاس کیا ہے ؟ ایمان ایک ایسی طاقت ہے کہ امریکہ کی ساری ظاہری توانائی و طاقت بھی اس طاقت کے مقابلے میں صفر ہے ۔

بحمدہ تعالیٰ ہماری ملت اس ایمانی قوت سے مالا مال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا میں ظاہری طاقتیں مل کر بھی ایران کے اسلامی انقلاب کو مغلوب نہیں کر سکتیں ۔ ملت ایران اس عمیق ایمان کی بنا پر ایک مغلوب نہ ہونے والی ملت ہے ۔ کوئی طاقت اس ملت کو شکست نہیں دے سکتی ۔ نہ خارجی دشمن اور نہ داخلی دشمن ۔

نصرت خدا اور مومنین پر اعتماد

اہم امور کے سلسلے میں فقط خدا کی نصرت اور عوام الناس کے ایمان پر تکیہ کرنا چاہیے ۔ ظاہری طاقت و قوت ، اسلحہ ، پیسہ وغیرہ کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں ہیں ۔ البتہ اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ نصرت الہی اور عوام الناس کا ایمان ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہیں یعنی جب ہم خدا اور نصرت خدا پر بھروسہ کریں گے تو خود بخود لوگوں کے قلوب خداوند عالم کی طرف مائل ہو جائیں گے ۔ خداوند تبارک و تعالیٰ نے رسول گرامی کو عظیم ترین ذمہ داریاں عطا کرنے کے بعد فرمایا ؟ هو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین ؟ (سورہ انفال ۶۲) یعنی اسی نصرت خدا اور مومنین کی امداد نے تمہیں آگے بڑھنے میں مدد کی

ہے - یہی وجہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ جب ظاہری طاقتیں حق کے مقابل آتی ہیں تو بیچ ہو جاتی ہیں - اگر باطل سے بے اعتنائی برتی جائے اور اپنے ارادے اور نصرت خدا کے سہارے اس کا مقابلہ کیا جائے تو باطل کچھ نہیں کر سکتا - جب کبھی بھی عوامی طاقت کے ذریعہ مقابلہ کیا جائے گا باطل خود بخود عقب نشینی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا - اس ایمان کو قوی اور مستحکم ہونا چاہیے اور ملت کو اپنی ایمانی طاقت کے سہارے پیش قدمی کرنا چاہیے یعنی نصرت الہی پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے - مشکلات و مسائل سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ دشمن ہمارے اندر خود کو نافذ نہ کر سکے - ماضی میں ایسے افراد تھے جو نہایت سطحی افکار کے حامل تھے اور فقط ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کر لیا کرتے تھے البتہ ان افراد کو متہم نہیں کیا جا سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ افراد باور نہیں کر پاتے تھے کہ ہماری قوم بھی دشمن کا خاطر خواہ مقابلہ کر سکتی ہے لیکن وہ شخص جو تاریخ اور سنت الہی سے آشنا ہے وہ مقاومت کرتا ہے اور اپنے ارادے کو قوی و مستحکم بنائے رکھتا ہے -

اسلام پر ایمان

اسلامی دنیا میں جو اہم ترین حادثات و واقعات رونما ہوئے ہیں ان میں کلیدی کردار اسلام پر ایمان ہے - چونکہ ہم اسلام کی خاطر فداکاری اور ایثار کرتے ہیں لہذا خداوند عالم بھی ہماری نصرت کرتا ہے - جمہوری اسلامی ایران

چونکہ خدا ، اسلام اور قرآن کی پیروی ہے لہذا دنیا کی دوسری اقوام بھی ایرانی قوم کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہیں ۔

امام خمینی ۲ چونکہ صادقانہ اور مخلصانہ طور پر اپنی تحریک کو لے کر آگے بڑھے تھے اسی لئے دنیا میں انکا ایک اہم اور محترم مقام بنا اور اسی لئے دنیا کو متاثر کر سکے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے بھی ان کی مدد فرمائی اور دور حاضر کا اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیا ۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کا راز اب تک جو ہم کشف کر سکے ہیں وہ ایمان ہے اور یہی وہ راز ہے جس کی تہہ تک ہمارے دشمن یعنی دنیا بھر کی استکباری طاقتیں پہنچ گئی ہیں ۔ اوائل اسلام اور رسول اکرم کے زمانے کی طرح ایک بار پھر دشمن اپنی تمام تر قوت و طاقت کے ساتھ ہمارے اس ایمان سے نبرد آزما ہے ۔ لہذا دشمنی کی اصل وجہ ایمان ہے ۔ آج دنیا سمجھ گئی ہے کہ ایران اسی ایمان کی بنا پر متحد رہے گا اور اپنے رہبر کا انتخاب کرے گا ۔ یہی ایمانی قوت ہے جس کی بنا پر ایران کسی بھی طاقت سے زیادہ خوف زدہ نہیں رہتا ہے ۔ ایران کی ترقی ، عروج ، فلاح و بہبود سب کچھ اس ایمان کی وجہ سے ہے ۔ لہذا آج دنیا ہمارے ایمان ، ہمارے مذہب کی وجہ سے ہماری مخالف ہو گئی ہے اور چاہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام و اسلامی انقلاب کو مخدوش کر دیا جائے ۔ اپنے خیال میں وہ لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں ، ہمیں قدامت پسند کہتے ہیں در حالیکہ اس صورت میں وہ ہماری تعریف ہی کرتے ہیں ۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اسلامی اصول و تعلیمات کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ یہی ہماری بلندی و قدرت کا راز ہے۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران دنیا بھر نے ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کیا ہے۔ ہماری ملت ایسے افراد کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کر سکتی جو کسی نہ کسی صورت میں اسلام کی اہانت کرتے رہے ہیں۔ اسلام و ایمان ہماری عزت اور ہماری نصرت ہے۔ یہی اسلام و ایمان ہماری دنیا و آخرت کا ضامن ہے۔

اسلامی انقلاب اور خدا پر ایمان

دنیا کے دوسرے انقلابوں کے بر خلاف ہمارا اسلامی انقلاب ایمان الہی کی بنا پر عالم وجود میں آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انقلاب کے حامی اور پیرو دنیا کی کسی بھی مادی طاقت کے آگے سر خم نہیں کرتے؟ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم و لا ہم یحزنون؟ (سورہ آل عمران ۱۷۰)

(اسلامی ، الہی اور معنوی ایمان کی خصوصیت ، خدا پر کامل ایمان ہے۔ یہ ایمان اولاً اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ انسان دشمن سے خوف زدہ نہ ہو اور ثانیاً ایسا انسان جو خدا کا معتقد ہے ، اپنی تکلیف اور ذمہ داری انجام دیتا ہے اور نتیجے کی پرواہ نہیں کرتا یعنی اگر قتل کر دیا تب بھی فاتح اور اگر زندہ بچ گیا تب بھی فاتح۔ ایسا شخص چونکہ مخلصانہ کام کرتا ہے لہذا خداوند عالم اس کی کوشش رائگان نہیں جانے دیتا۔ ایک نہ ایک دن اس کا خون رنگ

لاتا ہے اور نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے ۔
ایک مومن اس طرح سوچتا ہے ۔ امام خمینی ۲، اس انقلاب کے بانی ، اسی
نظریے کے معتقد تھے ۔ اسی لئے آپ جنگ ، سیاست ، اقتصادیات ،
سماجیات وغیرہ کسی بھی میدان میں کبھی بھی تذبذب کا شکار نہیں ہوتے
تھے ۔

امام خمینی ۲ کا راستہ اور منزل واضح تھی ۔ لہذا بغیر کسی تردد و تذبذب
کے استقامت کے ساتھ انقلاب کو اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیا ۔

قربت خدا اور ہماری اسلامی حکومت

ہم سب ہی کی سعی و کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خدا کو اپنے سے راضی کر
سکیں ۔ ہماری اور ہمارے انقلاب کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے ۔ ایک ایسا
نظام کہ ساری دنیا کی مادی طاقتیں جس کی مخالفت کر رہی ہیں اور چاہتی
ہیں کہ اس کو نیست و نابود کر دیں ، بھمدا؟ روز بروز مستحکم اور قوی ہو
رہا ہے ۔ اگر ایران میں اسلامی نظام کے علاوہ اور کوئی دوسرا نظام ہوتا تو
نہ جانے کب کا گزشتہ تاریخ ہو گیا ۔
ہم نے گذشتہ ۲۰ ، ۲۵ برسوں میں کبھی بھی اپنے اصولوں کی پامالی نہیں
کی ہے ۔ ہمارے جو اصول اوائل انقلاب میں تھے ، آج بھی وہی ہیں اور
انشائاً ... ہمیشہ رہیں گے ۔ موجودہ اسلامی نظام حکومت کی استقامت اسی

قربت خدا کی بنا پر رہی ہے ۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں ایران کے اسلامی انقلاب کے نام پر نعرے لگائے جا رہے ہیں ۔ ہم یورپ ، افریقہ ، ایشیا وغیرہ کے مسلمانوں سے ایسے کون سے رابطے مستحکم کر سکے ہیں کہ امام خمینی ۲ کی تاسف اور رحلت کے بعد ان مسلمانوں نے ہم سے اظہار ہمدردی کیا تھا ؟ امام خمینی ۲ کی رحلت کے بعد ایک ایرانی وفد کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا ۔ وہاں کی عوام نے اس گروپ کا استقبال اس طرح کیا کہ ان کے ہاتھ پشت گردن پر تھے اور وہ سب گریہ و زاری کر رہے تھے ۔ ہم میں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں یہ رابطہ کس نے ایجاد کیا ؟ ہم نے ؟ قطعاً نہیں ، ہمارے اور ان کے درمیان یہ رومی و قلبی رابطہ خداوند عالم نے خلق کیا ہے ۔

قرآن کریم میں خداوند عالم نبی کریم سے فرما رہا ہے ؟ لو انفقنا ما فی الارض جمعاً ما الفت بین قلوبہم ؟ (سورہ انفال ۶۳) یعنی اے رسول ! اگر تم دنیا کی ساری دولت خرچ کر دیتے تب بھی تم لوگوں کے قلوب کو نزدیک نہیں لا سکتے تھے ۔ اسی طرح اگر دور حاضر میں ہم بھی اپنی ساری دولت خرچ کر دیں تب بھی ہمارے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ لوگوں کے درمیان رومی و قلبی ارتباط قائم کر سکیں ۔ چونکہ فقط خدا نے تبارک و تعالیٰ سے قرب ہی لوگوں کے درمیان رابطہ و محبت کا باعث بنتا ہے ۔

اسلام دین توحید ہے توحید یعنی خدا نے بزرگ کے ماسوا کسی کی عبادت نہ کرنا ، کسی کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا یعنی نظام و حکومت بشری کا

گريباں چاك كر دينا اور شيطانى و مادي طاقتوں كے طلسم كو ختم كر دينا -
توحيد يعنى خدا كے ذريعہ دئيے گئے مظلوم كى ظالم پر فتح كے سلسلے ميں
وعدے پر يقين كامل ركھنا ، رحمت خدا سے پر اميد ہونا اور شكست كے
احتمال سے نہ گھبرانا۔ توحيد يعنى خدا ئے عز و جل پر اعتماد ، يقين اور
بھروسہ -

حيات طيبہ اور اسلام

آپ جس وقت عبادت خدا انجام ديتے ہيں ، نماز پڑھتے ہيں ، كسى غريب كى
مدد كرتے ہيں يا كوئى دوسرا نيك عمل انجام ديتے ہيں تو آپ كو اندرونى
لذت حاصل ہوتى ہے۔ يقيناً آپ نے اس روحانى لذت كا احساس كيا ہو گا۔ يہ
احساس كسى مادي فعل كى انجام دہى كے ذريعہ حاصل نہيں كيا جا سكتا - اس
احساس كا مشاہدہ فقط وہى افراد كر سكتے ہيں جو خدا پر اعتقاد ركھتے ہيں -
ہر مومن كى زندگى ميں اس طرح كے واقعات رونما ہوتے رہتے ہيں ، كسى
كى زندگى ميں كم اور كسى كى زندگى ميں زيادہ - بعض اوقات انسان ايسى
حالت ميں پہنچ جاتا ہے كہ اپنى اس حالت كو برقرار ركھنے كے لئے وہ اپنا
سب كچھ قربان كر سكتا ہے۔ البتہ انسان كى مادي زندگى اس كو اس روحانى
حالت سے باہر نكال ديتى ہے اور اسى لئے يہ روحانى حالت شاذ و نادر ہى
حاصل ہو پاتى ہے -
وہ افراد جو خدا پر ايمان كامل نہيں ركھتے ہيں اس طرح كى روحانى كيفيات

سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ ایسے نہ جانے کتنے افراد ہوں گے کہ مادی زندگی گزارنے کی بنا پر انہوں نے اپنی ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی اس لذت بخش کیفیت کا احساس نہیں کیا ہوگا۔

اسلام اسی ہدف کے تحت نازل کیا گیا تھا کہ انسان کو اس عظیم مقام کی طرف لے جائے جو اس کی منزل مقصود ہے۔ اسلام قلوب کو منور و روشن کرنے آیا تھا، برائیوں کی جگہ نیکیوں کو رائج کرنے آیا تھا کہ ان راہوں سے ہم مذکورہ روحانی و معنوی لذت کا احساس کر سکیں اور نہ فقط محراب عبادت میں بلکہ اپنی روز مرہ زندگی میں بھی یعنی ہر طرح کے امور میں یاد خدا کو فراموش نہ کریں۔

اگر دنیا میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں کہ جن کا سارا ہم و غم یاد خدا ہو تو ہر طرح کا ظلم و جور، ناانصافی، جنگ، فساد وغیرہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اگر ایسے افراد پیدا ہو گئے تو ان کی حیات کو بھی حیات طیبہ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن حیات طیبہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان فقط عبادت گزار ہو، نماز بجا لاتا ہو، روزہ رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ اور بقیہ امور زندگی سے قطع نظر کر لے بلکہ حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں باہمی امتزاج پایا جاتا ہو۔

حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملت اپنی ترقی و فلاح و بہبود کے لئے کوشش کر رہی ہے، معاشیات، سماجیات، تعلیم، ٹیکنالوجی وغیرہ جیسے میدانوں میں کام کر رہی ہے تو ضروری ہے کہ ساتھ ہی ساتھ اس ملت

کے قلوب یاد خدا سے مملو بھی ہوں یعنی دنیاوی و اخروی امور کے ساتھ ساتھ خدا سے رابطہ بھی برقرار رہے۔ یہی اسلامی حکومت کا ہدف ہے۔ یہی وہ ہدف ہے کہ جس کے لئے انبیائے کرام کی طویل فہرست نازل کی گئی، اسلام نازل کیا گیا، قرآن نازل کیا گیا، مصلحان عالم نے بھی اسی ہدف کو بیان کیا۔ گذشتہ ۱۰۰، ۱۵۰ برسوں میں مختلف اسلامی شخصیات نے بھی اسی جانب توجہ دلائی ہے۔

اسلام اور حیات طیبہ

ہمارے تمام مشخص اہداف فقط ایک لفظ، اسلام میں سمٹے ہوئے ہیں۔ اسلام فقط ایک عقیدہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام یعنی حیات طیبہ۔ جس وقت نظام اسلامی اور حیات اسلامی کا ذکر آتا ہے تو اس وقت مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں بشری ضرورتوں اور اس کے کمال کے لئے تمام احکامات بیان کر دئے گئے ہیں یعنی یہ ایسا نظام ہے جس میں مادی اور معنوی و روحی تمام ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے اس کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ اگر معاشرہ اسلامی عقائد کا تابع ہو اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تو اسلام ہر موقع پر اس معاشرہ کا دفاع کر سکتا ہے۔ آج ساری دنیا فقط اسی وجہ سے ہماری دشمن ہے کہ ہم تابع اسلام ہیں؟ و ما نقموا منهم الا ان یؤمنوا با؟ العزیز الحکیم؟ (سورہ بروج ۸) لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پر آشوب دور میں اگر ہم کو کوئی پناہ گاہ حاصل ہو سکتی

ہے تو وہ فقط اسلام ہے۔ اسی اسلام کے دائرے میں رہ کر ہم اپنی شخصیت ، کردار اور حیات طیبہ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

اسلام میں انسانی رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود

اسلام کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کے رشد و کمال کے تمام تر عناصر خواہ مادی ہو نیا معنوی ، موجود ہیں یعنی اسلام میں ؟ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ؟ اور ؟ قل من حرم زینۃ ؟ اخرج لعبادہ ؟ کے علاوہ رسول اکرم کے ذریعہ ایک کاریگر کا ہاتھ چومنا اور خود امیر المومنین کا کسب معاش کرنا پایا جاتا ہے۔ اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسب معاش نہ کرے تو اس کی دعائیں مستجاب نہیں ہوتی ہیں۔ رسول اکرم کے زمانے میں کچھ لوگ ؟ و من یتوکل علی ؟ ا؟ فہو حسبہ ؟ پر تکیہ کرتے ہوئے خانہ نشین ہو گئے تو آپ نے فرمایا : خدا تم لوگوں کی کوئی دعا مستجاب نہیں کرے گا۔ آخر تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو ؟ رسول اکرم نے ایسا کیوں فرمایا ؟ اس لئے تاکہ معاشرہ معاشی اعتبار سے بھی وسعت پیدا کرے۔ اگر اوائل اسلام (جب اصحاب صفہ مسجد میں زندگی بسر کر رہے تھے) اور اسلام کے پچاس سال کے بعد کی اجتماعی زندگی کا تقابل کیا جائے تو واضح فرق نظر آتا ہے۔ یہ بعد کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب معاشرہ ہر طرح کی معاشرتی۔ اقتصادی نعمتوں سے پر تھا۔ ہر طرف خوشحالی تھی ، ہر طرف ترقی و رشد تھا۔ یہ ترقی و رشد اسی بنا پر تھا کہ

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے پر نظر رکھی ہے۔ مادی زندگی کے علاوہ روحانی اور معنوی زندگی کا بھی خیال رکھا ہے۔ قرآن فرماتا ہے (قل ما يعبوا بكم ربي لولا دعائكم يا و قال ربكم ادعوني استجب لكم) یعنی دعا کرو تاکہ خدا تمہاری دعاوں کو مستجاب کرے گا۔ روحانی و معنوی زندگی فقط اور فقط قرب خدا کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس لمحے انسان خدا سے غافل رہے گا اس لمحے اس کا قلب مردہ ہو جائے گا اور روح مردہ ہو جائے گی اسی طرح جس لمحے قرب خدا حاصل ہو جائے گا اس لمحے قلب و روح بھی زندہ ہو جائیں گے۔ ورنہ قلب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر جائے گا اور ایک وقت وہ بھی آئے گا جب قلب ، پتھر کی شکل اختیار کر لے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ؟ ألم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر ا؟ (سورہ رعد ۲۸) اسلام جہاں مادی اور معاشی رشد و ترقی کی طرف ترغیب دلاتا ہے وہیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ معاشی اور مادی رشد و ترقی قرب خدا اور رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے کی جانا چاہیے۔ انسان کوئی بھی فعل انجام دے اس کے پیش نظر خدا اور یاد خدا ہونی چاہیے۔ اسلام مادی ، معنوی و روحانی زندگی کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اسلام کسی ایک زمانے سے مختص نہیں

قرآن مجید میں خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے ؟ هو الذي بعث في الاميين رسولا

منہم یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ ؟ (سورہ جمعہ ۲)
 اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ دین خاتم اور رسول خاتم کے آنے سے بشر
 مکمل طور پر تزکیہ نفس حاصل کر لے گا یا حاصل کر لیا ہے ۔ اس سے
 مراد یہ نہیں ہے کہ نزول قرآن کے بعد بشر ظلم ، شقاوت ، ناانصافی کو
 یکسرے خدا حافظ کہہ دے گا بلکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے ۔ تاریخ شاہد
 ہے کہ طلوع اسلام کے بعد دنیا میں حتی اسلامی معاشرہ میں دو تین دہائیاں
 گزرنے کے بعد بشریت پر ظلم ہوا ، بشر منحرف ہو گیا ، باطل غلبہ پا گیا
 وغیرہ
 وغیرہ ۔

لہذا اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ رسول کی بعثت کا ہدف نجات انسان ہے
 ، بلکہ مراد یہ ہے کہ رسول اور اسلام نے جو کچھ بھی بشریت کو عطا فرمایا
 ، وہ ایک ایسا شفا بخش نسخہ ہے جو ہر زمانے کے مریض کی دوا ہے ۔ ایک
 ایسا نسخہ ہے جو جہالت ، ظلم یا ناانصافی ، بد اخلاقی جیسے تمام امراض کا
 علاج
 ہے ۔

دوسرے تمام نسخوں کی طرح ، اگر اس نسخے پر بھی عمل ہو گیا تو بشریت
 نجات پا سکتی ہے ورنہ وہی ہو گا جو کسی ڈاکٹر کے تشخیص دادہ نسخہ پر
 عمل نہ کرنے کی بنا پر ہوتا ہے ۔ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے بہترین نسخے
 تجویز کرنے کے بعد اگر اس نسخے پر عمل پیرا نہ ہوا جائے اور مرض
 سے افاقہ نہ ہو تو اس میں ڈاکٹر کی کیا خطا ہے ؟
 صدیاں گزر چکی ہیں ، مسلمان قرآن مجید کو فراموش کر چکے ہیں ، زندگی

میں قرآن کے لئے کوئی مقام نہیں ہے ، قرآن پر عمل نہیں ہو رہا ہے یا قرآن کو تحریف کر دیا گیا یا غلط تفسیر کر دی گئی ہے ، قرآن کو اگر سمجھ بھی لیا گیا ہے تو اقدام کرنے کی جرأت نہیں ہے ۔ اگر رسول اکرم کے زمانے میں بھی رسول کے فرامین پر عمل نہ کیا جاتا تو کسی بھی صورت میں معاشرہ کی حالت تبدیل نہیں ہو سکتی تھی ۔

اسلام اور عالم اسلام کے مسائل

عرب کے جاہل معاشرہ میں پائے جانے والے اکثر مسائل آج دوبارہ عالم اسلام میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں یا بنا رہے ہیں ۔ غربت ، جہالت ، پسماندگی ، بد اخلاقی ، باہمی اختلافات آج کے مسلم ممالک کا خاصہ ہیں ۔ آج دنیا میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ یہ ایک اتنی بڑی تعداد ہے کہ موجودہ دنیا میں اپنا تشخص قائم کر سکتی ہے ، اپنی بات منوا سکتی ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے ۔ مسلمانوں کے باہمی مسائل خود ہی اتنے زیادہ ہیں کہ وہ انہیں میں الجھے رہتے ہیں جب کہ اس ایک ارب آبادی میں علمائ بھی ہیں اور دانشمند بھی ۔ یہ افراد کیا کچھ نہیں کر سکتے ؟ بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ تعلیمات رسول اکرم اور قرآن پر عمل کیا جائے ۔

اسلام باعث عزت و افتخار

اسلام انسان کو عزت بخشتا ہے ۔ انسان جب اپنے وجود میں عزت کا احساس

کرتا ہے تو کسی بھی قیمت پر دوسروں کے آگے دست درازی نہیں کرتا ، دشمن کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا ۔ آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی مختلف اسکتباری طاقتیں مخصوصاً امریکہ مختلف ممالک اور اقوام کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں اس کی وجہ فقط اور فقط ان محکوم ممالک اور اقوام میں عزت نفس کا نہ ہونا ہے ۔ سب سے پہلے ان قوموں کو اسلام اور ان کی تاریخ و تہذیب سے دور کیا جاتا ہے اور پھر ان کو باطل افکار و عقائد کا تابع بنا دیا جاتا ہے ۔ یہ ایک ایسی روش ہے جس پر ساری دنیا سے عمل کر وایا جا رہا ہے لیکن ایک ایسی قوم جس میں قلبی اور حقیقی ایمان پایا جاتا ہے کسی بھی قیمت پر ان شیطانی طاقتوں کی پیروی نہیں کرتی اور اپنے معاملات و مسائل کو استقلالی طور پر خود حل کرتی ہے ۔

اسلام محمدی اور امریکی اسلام

بحمد!؟ ہماری راہ و منزل اسلامی ہے ۔ ہمارا راستہ وہ اسلامی راستہ ہے جس سے دشمن ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے اور اس کے برعکس مظلوم و کمزور افراد پر امید اور خوش رہتے ہیں ۔ اسلام اگر فقط ظاہری اسلام رہ جائے تو دشمن کا آلہ کار بن جاتا ہے ۔ یہی وہ اسلام ہے جس کے بارے میں امام خمینی ۲ نے بارہا کہا تھا کہ یہ امریکی اسلام ہے ہم اس ظاہری اسلام یعنی امریکی اسلام کو قطعاً قبول نہیں کرتے ہیں ۔

اسلام محمدی وہ اسلام ہے کہ ساری دنیا میں ابو جہلانہ طاقتیں اس سے خوف زدہ رہتی ہیں۔ اگر کسی جگہ اسلام سے ابو جہل اور ابو سفیان کی موجودہ طاقتیں خوف زدہ نہ ہوتی ہوں تو ہمیں ایسے اسلام کی طرف شک کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اگر کہیں مظلوم اور ناتواں افراد اسلام کی طرف پر امید نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں تو بھی ایسے اسلام کو اسلام نہیں کہا جا سکتا۔ موجودہ متمدن بشریت ایک مصلح اور عالم مہدی کے انتظار میں ہے۔ امام مہدی کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ یملاً؟ بہ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً (بحار الانوار ج ۵۱، ص ۱۲) یعنی خداوند عالم امام مہدی کے توسط سے دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کر دے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہوگی۔ لہذا وہ اسلام جس میں عدل و انصاف کا مادہ نہ پایا جاتا ہو کس طرح بشریت کا منظور نظر بن سکتا ہے؟ بشریت اسی اسلام کی جانب قدم بڑھا سکتی ہے جس میں ظلم و جور و ناانصافی وغیرہ کا وجود نہ ہو اور ایسا اسلام وہی اسلام ہے جس میں مہدی موعود کا تصور موجود ہو۔

یہی وہ راستہ ہے جس کی طرف امام خمینی ۲ نے بارہا اشارہ کیا تھا۔ ایسا راستہ کہ جس میں اطمینان بھی پایا جاتا ہے اور امید بھی۔ لیکن یہ راستہ با آسانی ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس کے لئے سعی و کوشش کی ضرورت ہے۔ اس راستہ کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرب خدا حاصل کیا جائے۔

اسلام کی عادلانہ حاکمیت

حکومت اسلامی یعنی حکومت عدل و انصاف۔ ایک ایسی حکومت جو انسانی جسم کے ساتھ ساتھ روح ، جذبات ، اخلاق اور معنویات کے مواقع بھی فراہم کرتی ہو اس معنی میں کہ دنیا و آخرت کو باہم لے کر چلے ۔ حکومت اسلامی ، ظلم کے مقابلے میں ہے ، طاغوت کے مقابلے میں ہے ۔ حکومت طاغوت یعنی حکومت فساد و بد اخلاقی ، حکومت ظلم ۔ اس حکومت میں دین و دنیا کا ضیاع ہوتا ہے ۔

انسانیت کو اسلام محمدی کی ضرورت

اگرچہ آج دنیا بھر کے تمدن و فرہنگ اسلام سے بہرہ ور ہیں اور بیشک بشر کے درمیان موجود تمام صفات و عالی مفہیم ادیان الہی اور انبیائے کرام و آسمانی وحی سے مستفاد ہیں لیکن پھر بھی بشر کو معنویت ، تعالیم و معارف اسلامی کی ضرورت ہے اور اسی وجہ سے روز بروز دنیا کے مختلف خطوں کے افراد اسلام کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں ۔

اسلامی انقلاب اور دنیا کی بیداری

موجودہ اسلامی انقلاب چونکہ خدا کے نام پر عالم وجود میں آیا ہے لہذا ہمیشہ مختلف شیطانی طاقتوں سے جنگ آزما ہے ، چونکہ مظلوم اور ناتواں افراد کا حامی ہے لہذا ظالم و استکباری طاقتوں سے نبرد آزما ہے ، چونکہ انسانی اقدار کے لئے میدان عمل میں آیا ہے لہذا ہمیشہ ان افراد کی مخالفت کا سامنا

کر رہا ہے جو انسانی اقدار کے مخالف ہیں ۔
 اسلامی انقلاب دور حاضر کا ایک ایسا انقلاب ہے جس نے دنیا کو بیدار کیا
 ہے ۔ اس سلسلے میں فلسطین اور شمالی افریقہ جیسے ممالک کا مشاہدہ کیا
 جا سکتا ہے کہ جہاں اسلام نے اپنا پرچم گاڑ دیا ہے ۔
 ایک زمانے سے کافر اور استکباری ثقافت و تہذیب کے مقابلے میں مسلمانوں
 کو کمزور اور ضعیف شمار کیا جاتا تھا لیکن آج اسلامی انقلاب کے رونما
 ہونے کے بعد حالات یکسرے بدل گئے ہیں ۔ کل تک جہاں لاکھوں مسلمان
 اپنی حکومتوں سے اپنا حق مانگتے ہوئے گھبراتے تھے آج اس انقلاب کی
 بدولت بلاخوف و خطر اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور حق طلبی کرتے ہیں ۔
 آج اسلامی ممالک میں مساجد آباد ہو گئی ہیں ، نماز جمعہ کا اہتمام ہو گیا ہے
 لیکن کل تک ان مسجدوں میں فقط چند بوڑھے افراد ہی آیا کرتے تھے ۔ اب
 مسجدوں میں فقط بوڑھے افراد نہیں بلکہ بڑی تعداد میں نوجوان اور جوان
 طبقہ بھی آتا ہے ۔ یہ جمہوری اسلامی کے موجودہ اسلامی انقلاب ہی کی
 برکات ہیں ۔

بندہ خدا بندہ انسان نہیں ہو سکتا

بعض افراد خیال کرتے ہیں کہ نظریہ توحید بعد از مرگ زمانے سے مربوط
 ہے ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ توحید پر اعتقاد اور یقین قبل از موت یعنی عالم
 دنیا کی تعمیر اور اصلاح کا پیش خیمہ ہوتا ہے ۔ دور حاضر میں ہمیں بلکہ

ساري امت اسلاميه کو اسي نظريه اور اعتقاد پر عمل پيرا ہونے کي ضرورت ہے ۔ جس قدر ہم توحيد اور عبوديت خدا کي سمت قدم بڑھائیں گے اتنا ہی دنيا کي شیطاني اور استکباري طاقتوں سے محفوظ تر ہوتے جائیں گے ۔ جمہوري اسلامي کي مسلمان ملت نے جس حد تک توحيد خدا وند عالم کو قبول کيا ہے اسي حد تک امريکہ اور دوسري استکباري طاقتوں کے شر سے محفوظ اور ان کي غلامي سے آزاد ہے ۔ یہ ہے توحيد اور عبوديت خدا وندي کا خاصہ ۔

صرف مذهب ہی موجودہ دنيوي مسائل کا حل ہے

اگر مذهب موجود نہ ہو تو دنيا ميں فقط استکبار اور ظلم باقی رہ جائے گا ۔ لہذا فقط دين ہی اس طرح کے مسائل و مشکلات کا حل ہے ۔ آج تمام اسلامي ملتوں کا وظیفہ اور ذمہ داري ہے کہ اسلام کو اپنی آماجگاہ بنائیں اور اسلام کي حاکمیت کو قبول کریں ۔ اتفاقاً اسلامي ملتوں کے علاوہ دوسري تمام ملتوں کے پاس ایسا کوئی عالی اور مقدس نظام حیات اور نظام حکومت نہیں ہے کہ جس کي طرف طرف قدم بڑھائیں۔

یہی وجہ ہے کہ نیشنلزم ان کي قبر بنتا جا رہا ہے ، نیشنلزم نے بشریت کو کيا ديا ہے ؟ ممکن ہے کہ نیشنلزم ایک مختصر سے عرصے کے لئے اطمینان ، سکون اور جوش وغیرہ فراہم کر دے لیکن اس کا نتیجہ نہایت بدتر ہے اور وہ ہے بشریت کا خاتمہ ۔ خود ہمارے علاقے ميں یہ کوشش کي گئی کہ اس

علاقے کے مسلمانوں کو نیشنلزم کی بنیاد پر ایرانی ، ترکی ، عربی وغیرہ میں تقسیم کر دیا جائے اور نہ فقط بین الاقوامی پیمانے پر بلکہ قومی پیمانے پر بھی یہ کوشش کی گئی ، یہ ہے استعماری سازش ۔

بحمد ؟! اسلامی انقلاب نے کسی حد تک اس خطے کے ان مسائل کا سد باب کیا ہے کیونکہ ایک مناسب اور صحیح نظام حکومت اور نظام حیات ہی ملت کو اس طرح کے مسائل سے محفوظ رکھ سکتا ہے ۔ دوسرے ادیان و مذاہب اتفاقاً ایسا کوئی نظام حیات و حکومت نہیں رکھتے جو معاشرے کو ایک صحیح سمت میں لے جاسکے ۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس طرح کے نظام حیات کے حامل ہیں ۔

ہمارا یعنی مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ہم نظام اسلامی اور افکار اسلامی کی طرف ایک بار پھر پلٹیں تاکہ دنیا میں اپنا ایک مقام اور تشخیص قائم کر سکیں ۔ ایک ارب کی آبادی کم نہیں ہوتی ہے ۔ یہی آج کے موجودہ مسائل کا حل ہے اور یہی رسول اکرم کی بعثت کا بھی ہدف تھا اور اگر ایسا ہو گیا تو خلیج فارس میں موجودہ ہماری ان مخالف طاقتوں کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی ۔

اسلام محور اصلی

محور اسلام ہے ۔ ہمارا فریضہ ہے کہ فقط اسلام کی خاطر قدم اٹھائیں اور اسلام کے نام پر آگے بڑھیں ۔ آج جمہوری اسلامی ، اسلام کا بنیادی مرکز ہے

- آج سارے عالم اسلام کی نگاہیں جمہوری اسلامی کی طرف لگی ہوئی ہیں جبکہ دوسری جانب نیشنلزم میں کشش تو درکنار لوگ اس سے فرار کر اختیار کر رہے ہیں لیکن جمہوری اسلامی ہر شخص کو اپنی طرف جذب کر رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ ایمان، اسلام اور جہاد فی سبیل؟ ہے جس میں ظلم، فساد، بد اخلاقی سے جنگ اور آزادی و عدل و انصاف کی حمایت شامل ہے۔ اسی بنا پر اقوام عالم جمہوری اسلامی کی طرف جذب ہو رہی ہے۔

اسلامی معاشرہ لوگوں کی عزت کا سبب ہے

اگر ہم خدا کی جانب ایک قدم بڑھائیں تو خدا بھی ہماری نصرت کرے گا۔ ”من کان؟ کان؟ لہ“ (بحار الانوار ج ۸۳ ص ۳۱۹) اگر ہم نے خالصتاً خدا کی راہ میں قدم اٹھایا تو خداوند عالم بھی اپنے ارادے کو ہماری ترقی و ارتقاء میں قرار دے گا اور پھر ساری کائنات کے اصول و قوانین ہمارے ساتھ ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو ہم بھی دنیا کی دوسری اقوام کی مانند ہو کر رہ جائیں گے۔ اگر انسان خدا سے انس نہ رکھتا ہو، خدا کے لئے زندگی نہ گزارتا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ایرانی ہو یا پاکستانی، مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ یہ ضمانت ہمیں کون دے سکتا ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو اور کسی حد تک عبادت بھی انجام دیتا ہو تو اس کو دنیوی و اخروی عزت حاصل ہو جائے گی جبکہ ہم نے دیکھا

بھی کہ گذشتہ صدیوں میں عزت و افتخار اسلامی ہمارے پاس نہیں رہا ۔
 آج بھی ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ ایسے افراد موجود ہیں جو مسلمان تو ہیں
 لیکن ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ، کفار ان پر حاوی ہیں ، امریکہ ان پر
 حکومت کر رہا ہے ، مغربی دنیا کے نام نہاد متخصصین ان پر تجربات کر
 رہے ہیں ۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان ہونا ہی کافی ہے تو ان سب کو
 باعزت و با افتخار زندگی بسر کرنی چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے ۔
 پس اس طرح کہنا چاہیے کہ انسان کو عزت و افتخار، اصل اور حقیقی اسلام
 سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فقط ظاہری مسلمان ہونے سے یعنی خدا کے
 سامنے سراپا تسلیم ہو جانا ہی حقیقی مسلمان ہونے کے مترادف ہے ۔ ”
 الاسلام هو التسليم“ (بحار الانوار ج ۶۵ ص ۳۰۹) یعنی سراپا تسلیم ” ان
 الدين عند؟ الاسلام“ (آل عمران ۱۹)۔ دین یعنی خدا کے حضور سر تسلیم
 خم کر دینا ۔ ” و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه“ (آل عمران ۸۵)
 الغرض معاشرہ کے ہر فرد کے لئے خواہ عوام الناس میں سے ہو یا خواص
 میں سے ، لازم ہے کہ بارگاہ خدا وندي میں سراپا تسلیم ہو مخصوصاً معاشرہ
 کے ذمہ دار افراد ۔

آئندہ زمانہ اسلام کا زمانہ ہے

ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی
 ہے اور مسلمان اسلام کی حاکمیت کو قبول کر رہے ہیں ۔ مشرق سے مغرب

تک چاروں جانب مسلمانان عالم اسلام کی طرف جذب ہو رہے ہیں ۔
 شیطانی اور استکباری حکومتیں کب تک بعض اسلامی ممالک کے جوانوں
 کو عبادت حج سے روک سکیں گی ؟ کب تک مسلمانوں کو سفر مکہ و مدینہ
 سے باز رکھ سکیں گی ؟ آج اسلام شمالی افریقہ اور بعض دوسرے اسلامی
 ممالک کے سیاسی حالات میں تبدیلی کا باعث بن رہا ہے ۔ کیا ممکن ہے کہ ان
 ممالک کے مسلمانوں کو بھی حج جیسی عظیم عبادت سے روکا جا سکے گا ؟
 ہم حج اور زیارت حرمین شریفین کو اپنا مسلم حق سمجھتے ہیں اور اپنی تمام
 تر قدرت و طاقت کے ساتھ اپنے اس حق کا آل سعود سے مطالبہ کرتے ہیں
 کہ جنہوں نے ہمارے اس مذہبی حق پر تصرف کر رکھا ہے ۔ انشائی ... ہم
 ایک دن آل سعود سے اپنا یہ حق چھین کر رہیں گے ۔
 موجودہ کفر یعنی استکبار کو سمجھ لینا چاہیے کہ آئندہ زمانہ اسلام کا ہے اور
 اس کے مقابلے میں کوئی بھی طاقت اسلام کی بڑھتی ہوئی قدرت اور عالم
 اسلام میں مسلمانوں کی مخالفت کرنے کی جرات نہ کر سکے گی ۔

اسلام مسلمانوں کی خود شناسی کا سبب ہے

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسلام مخالف طاقتیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت
 اور مسلمانوں کی روز افزوں بیداری سے متعلق باقاعدہ آگاہ ہو گئی ہیں ۔ اس
 کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام اخلاقی اقدار سے
 ماورائے ایک نظام حیات پیش کر سکتا ہے یعنی اسلام فقط اخلاقیات پر مبنی

مذہب نہیں ہے -

دشمنان اسلام نے دیکھ لیا کہ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ایران میں اسلامی انقلاب رونما ہوا ، اسلام کی بنیاد پر ہی ایک نظام حکومت کی بنا رکھی گئی ، اس دین کی بنا پر ایک ملت آگاہ اور بیدار ہوئی یعنی وہ اسلامی قوت ہی تھی جس نے اس ملت کو ذلت اور غلامی سے نکال کر آزادی اور خود اعتمادی بخشی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ سارے دنیاوی وسائل و ہتھیار ان مسلمانوں کے آگے ہیچ ہو کر رہ گئے ۔

ہمارا سب کچھ اسلام کی برکت سے ہے

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی برکت سے ہے ۔ ایران کا اسلامی انقلاب اسی اسلام کی برکت سے رونما ہوا ۔ اگر ہمارے پاس ایمان و اسلام نہ ہوتا تو قطعاً ممکن نہیں تھا کہ ظاہری اعتبار سے قوی اور قدرتمند شاہی حکومت کے مقابلے میں ہماری ملت استقامت کر پاتی ۔ انقلاب کے بعد ، عوام کا ثبات قدم ، جمہوری اسلامی کی عمیق ہوتی ہوئی جڑیں ، مختلف جہات سے ترقی و ارتقاء ، ایران عراق کی جنگ میں ایران کی استقامت ، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں ہماری فتح و کامیابیاں یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ ہم راہ حق کے مسافر ہیں ۔ یہ سب کچھ اسلام اور اعتقادات اسلامی کا مرہون منت ہے ۔ لہذا ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپنی اس بیش بہا معنوی قدرت کی حفاظت کریں ۔ ہماری روز مرہ زندگی میں ، قول و فعل

میں ، معاشرہ میں ، حکومتی پیمانے پر اس قدرت کا اظہار ہونا چاہیے ۔
ہماری تمام تر توجہ دین پر ہونی چاہیے ۔ ہمارے ذاتیات ، ہمارے جذبات و
خواہشات کسی بھی صورت میں دین پر حاوی نہیں ہونے چاہئیں ۔ ہماری روز
مرہ زندگی ، حکومت ، معاشرے کے فیصلے اور اہداف کا معیار دین اسلام
ہونا چاہیے ۔ اگر ہم نے مذکورہ روش اختیار کر لی اور باقی رکھ لی تب ہی ہم
ترقی کر سکتے ہیں ۔

البتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں اسلام سے مراد اسلام محمدی ہے نہ
امریکی اسلام یعنی وہ اسلام جو مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کی حمایت کرتا
ہے نہ کہ قدرتمند اور اغنیائے افراد کا کھلونا ۔ دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جو
مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا اسلام ، اسلام محمدی نہیں بلکہ
ابو جہل و ابو لہب کا اسلام ہے ، امریکی اسلام ہے ۔ ایسے افراد کا اسلام سے
فقط اتنا ہی سروکار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کو کامیاب بنا سکیں ،
اسلام سے سوئے استفادہ کر سکیں وغیرہ وغیرہ ۔ یہ ایسا اسلام ہے جس سے
فقط سرمایہ دار اور صاحب ثروت افراد ہی کا فائدہ ہوتا ہے ۔ ہم اس اسلام کو
کسی بھی قیمت اور کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتے ہیں ۔
الغرض ہمارے پاس جو کچھ ہے اسلام کی وجہ اور اسلام کی برکت سے ہے
یعنی خدا پر توکل و ایمان کی وجہ سے ہے ۔ لہذا قرب خدا اور ارتباط خدا کو
کسی بھی حال میں فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔

اسلام مسلمان قوموں کی راہ نجات ہے

اگر اقوام اسلامی کی ترقی و عروج کے راز کی جستجو کی جائے تو تمام تر تاریخی مطالعات کے بعد خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی و عروج فقط اور فقط اسلام پر منحصر ہے۔ دنیا کے کسی خطے کے مسلمان استکباری طاقتوں کے ذریعہ پیدا کی گئی مشکلات اور مسائل کا سامنا اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک راہ اسلام کو نہ اپنا لیں۔ جمہوری اسلامی نے ایسا ہی کیا اور راہ نجات حاصل کر لی۔

اسلامی انقلاب یعنی صالح افراد کی تربیت

جمہوری اسلامی کا انقلاب اسی لئے عالم وجود میں آیا ہے کہ صالح افراد پیدا کر سکے۔ انہیں صالح افراد کی بدولت ہمارا اسلامی انقلاب آج تک باقی ہے۔ ہماری قوم صالح ہے لیکن ابھی اس سمت میں ہمیں ایک طویل راہ طے کرنی ہے۔

احکام اسلامی کی پیروی

مسلمان ملت جس قدر اسلام کی پیروی کرے گی اسی حد تک دوام اور ترقی حاصل کر سکے گی۔ آج ساری دنیا بلکہ ہمارے مخالفین تک کیوں ہماری خارجہ پالیسی کی تعریف کرتے ہیں؟ اسی لئے کہ ہماری خارجہ پالیسی احکام اسلامی پر مبنی ہے۔

اسلامی برکات

یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ ہم نے اپنے دشمن کو شکست دی ہے اور مایوس کیا ہے۔ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ہم نے دشمن کے مختلف النوع حیلوں کو اپنے پیروں تلے روندنا ہے۔ یہ بھی اسلام ہی کی برکت تھی کہ ایران میں انقلاب آیا اور ہم نے اپنی تمام مادی و معنوی ترقی و ارتقائی کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی وجہ سے ہے، اسلام کی برکت سے ہے، قرآن کی برکت سے ہے۔ ہمارے تمام مسائل و مشکلات کا حل بھی اسلام اور قرآن کی پیروی سے حاصل ہو جائے گا۔ عالم اسلام جس قدر اسلام سے نزدیک رہے گا اتنا ہی اس کی عزت میں اضافہ ہو گا اور مسلمان جس قدر متحد ہوں گے اتنا ہی اسلام سے استفادہ کا امکان بڑھ جائے گا۔

اسلام عالمی استکبار کا شدید مخالف ہے

امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں اچھی طرح سمجھ گئی ہیں کہ مذہب اور معرفت دینی کی بقا کے ساتھ ساتھ دنیا پر حکومت نہیں کی جا سکتی۔ ان استکباری قوتوں کی کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے کہ دنیا کو دین و مذہب سے دور رکھیں، عوام کو بے دین، بے عقیدہ، بے ایمان بنا دیں، ان سے مذہبی حمیت و غیرت چھین لیں۔ امریکہ جیسے ممالک ایسا ہی معاشرہ چاہتے ہیں۔ لہذا جب بھی اور کہیں بھی یہ دیکھتے ہیں کہ ایمان، عمل، جہاد وغیرہ کو

رائج کیا جا رہا ہے تو فوراً اس کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں لہذا اگر عالم اسلام چاہتا ہے کہ ان استکباری طاقتوں کا مقابلہ کرے تو لازمی ہے کہ پہلے خود کو قوی کرے ۔

قرب خدا اور توکل بر خدا

ایک موحد اور خدا پرست قوم کی ترقی اور دوام اس وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک وہ قرب خدا اور توکل بر خدا کے قانون پر عمل پیرا رہے ۔ اسی قوت نے ہمیں آگے بڑھنے کی طاقت عطا کی اور ہمیں کامیابی سے سرفراز کیا ۔

یہی الہی قوت تھی جس نے ہمیں دشمنوں پر غالب کیا ، ۸ سال تک ایران، عراق جنگ میں ہمیں استقامت عطا کی ، ہمارے داخلی اور خارجی مسائل کا تدارک کیا ، اقتصادی ، سیاسی ، سماجی مشکلات سے ہمیں باہر نکالا ۔ ہماری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ جانے کب کا اپنی راہ فراموش کر بیٹھتا ۔ یہی الہی قوت تھی کہ آج جس پر ہم فخر کر رہے ہیں اور باعزت زندگی گزار رہے ہیں ۔

آج اسلام کے ماسوا دوسری کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو دنیا کی موجودہ شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے ۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ایک بار پھر خورشید اسلام نے سارے عالم اسلام پر نور افشانی شروع کر دی ہے اور عالم اسلام ، اسلام کے پرچم تلے ان شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو

رہا ہے ۔
 یہ ایک امید بخش اور فرحت افزا قدم ہے اور انشاء اللہ۔ عالم اسلام کی یہ
 بیداری امریکہ اور اس کی حلیف طاقتوں کو پسپا کر دے گی اور دنیا کو
 نجات بخشے گی ۔
 آج تمام اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلام محمدی سے قریب ہوں ۔
 اگر یہ حکومتیں واقعی اپنی عوام کی حامی ہیں تو فقط اسلامی احکام کی
 پیروی کے ذریعہ ہی اپنی عوام کو نجات دلا سکتی ہیں کیونکہ فقط اسلام ہی
 عزت ، افتخار ، استقلال اور قدرت عطا کر سکتا ہے ۔

اسلامی انقلاب کی بنیاد الہی اقدار پر ہے

جس وقت ایران کا اسلامی انقلاب رونما ہوا اس وقت دنیا سے الہی اقدار کا
 خاتمہ ہو چکا تھا اور مادیت نے انسانی زندگی کو مکمل طور پر اپنے
 شکنجے میں قید کر لیا تھا ۔ آج اگر مشاہدہ کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا
 ہے کہ مادیت کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں ۔ وہ انقلاب جس کی بنیاد مادیت
 پر رکھی گئی تھی یعنی مارکسزم اور سوشلزم آج ماضی کا حصہ بن کر رہ
 گیا ہے ۔

انقلاب سے قبل ایسا نہیں تھا ۔ اشتراکیت خود کو اس قدر قوی اور قدرتمند
 سمجھتی تھی کہ فقط اپنی قدرت پر ہی اکتفا نہیں کی تھی بلکہ افغانستان پر
 فوجی حملہ کر دیا تھا تاکہ اس طرف سے بھی اشتراکی نظام کو وسیع کیا جا

سکے۔ آج حالت یہ ہے کہ اشتراکیت میوزیم کا حصہ ہے اور بس۔ لطف اندوز بات تو یہ ہے کہ جن ممالک میں اشتراکی نظام حکومت رائج تھا وہاں اس نظام کی مخالفت کی باگ دوڑ ان ہاتھوں میں تھی جو دین، معنویت، خدا، عیسائیت کے پیرو تھے۔ یہ تھی ایران کے اسلامی انقلاب کی نور افشانی۔ جس وقت اسلامی انقلاب رونما ہوا اس وقت اسلام کے بارے میں ایسا کوئی نظریہ نہیں تھا کہ اسلام ایک حیات بخش انقلاب بھی لا سکتا ہے حتیٰ اسلامی ممالک میں بھی اگر کسی انقلاب کی بنیاد رکھی جاتی تھی تو اشتراکیت پر، انقلابی یعنی اشتراکی۔ دنیا والوں نے اپنے زعم ناقص میں اسلام کو کمزور اور ضعیف کر دیا تھا۔ ظاہری حالات یہ تھے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے ناطے خود پر فخر نہیں کرتا تھا۔ آج حالات مختلف ہیں، جہاں بھی کچھ مسلمان یکجا ہو جاتے ہیں خواہ اقلیت میں ہی رہ کر، اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب کب سے ہوا؟ اسلامی انقلاب کے بعد۔ اسلامی انقلاب کی دوسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ ظاہری اور مادی طاقتیں، الہی اور معنوی اقدار کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا میں ایسے بہت کم افراد ہوں گے جو اس حقیقت سے آگاہ نہ ہوں۔ فقط وہی افراد اس حقیقت سے نا آشنا ہیں جو دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کا عمیق مطالعہ نہیں کرتے ہیں۔ استکباری طاقتوں کی اہم ترین کمزوری اور شکست یہی ہے کہ آج بھی ایران میں انقلاب، اسلام، اسلامی حکومت باقی ہے اور روز

بروز روبہ ترقی ہے ۔ ایک اسلامی حکومت کا عالم وجود میں آنا اور روز بروز ترقی کرنا دنیوی طاقتوں کی شکست کی علامت ہے کیونکہ یہ طاقتیں کسی بھی صورت میں اسلامی حکومت کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتیں ۔ دنیوی طاقتوں کی تو ہمیشہ خواہش ہی یہ ہوتی ہے کہ اسلامی اور معنوی نظام حکومت کو جس طرح ممکن ہو سکے ، نیست و نابود کر دیں ۔ ان شیطانی طاقتوں کی لاکھ کوششوں کے باوجود آج بھی اسلامی انقلاب اور پیام اسلام اپنے مقام پر باقی ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے ۔ ایشیا ، افریقہ اور دنیا کے دوسرے ممالک اس کی واضح مثالیں ہیں یعنی دشمنان اسلام میں اسلام سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔

معنویت اور نظام جمہوری اسلامی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب معنویت اور روحانیت دنیا پر محیط ہوگی ۔ ناممکن ہے کہ امریکہ اور اس کی مانند دوسری قدرتیں دنیا سے الہی اقدار کو ختم کر دیں ۔ امریکہ ، جمہوری اسلامی کی تمام تر مخالفت کے باوجود اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ ہمارا اسلامی نظام حکومت اپنی اسی آب و تاب کے ساتھ باقی رہے گا جس آب و تاب کے ساتھ موجودہ حالت میں ہے بلکہ اس کی ضوفشانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے ۔ امریکہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود اسلامی نظام نے ہر امریکی حملے کا پوری شدت سے جواب دیا ہے ۔

اخلاق و معنویت

فصل ششم

مناجات و استغفار

استغفار

توبہ انسان کو حقارت اور ذلت سے نجات بخشتی ہے۔ توبہ دلوں کو پاک کرتی ہے۔ دل یعنی جان یعنی روح یعنی حقیقت انسان۔ دل نہایت نورانی شی ہے۔ ہر انسان نورانی ہوتا ہے حتی اگر انسان کا خدا سے رابطہ منقطع ہو جائے تب بھی اسکی ذات اور اسکے جوہر میں نور باقی رہتا ہے۔ صرف ہوتا یہ ہے کہ گناہوں اور ہویٰ و ہوس کی بنا پر دل غبار آلودہ ہوجاتا ہے۔ توبہ اس غبار کو صاف کر کے دل کو نورانیت بخشتی ہے۔ توبہ یعنی طلب مغفرت اور گناہوں سے استغفار۔ توبہ اگر اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ کی جائے تو انسان کے اوپر برکات الہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گناہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کے درمیان حجاب کا کام کرتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر سارے الہی دروازے بند ہوجاتے ہیں ، نہ رحمت الہی نازل ہوتی ہے نہ ہدایت الہی ، نہ توفیق الہی حاصل ہوتی ہے

اور نہ فضل خدا۔ توبہ اس حجاب کو ختم کرنے کا باعث ہوتی ہے اور نتیجہً رحمت و فضل خدا کا دروازہ ہمارے اوپر کھل جاتا ہے۔ یہ ہیں توبہ کے فائدہ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر توبہ کے لئے کبھی دنیاوی اور کبھی اخروی فوائد شمار کرائے گئے ہیں۔ مثلاً : ”و ان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ.....یرسل اسمائ علیکم مداراً۔“

توبہ یعنی خدا کی طرف بازگشت۔ یہ ایک اہم ترین نعمت الہی ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کے لئے باب توبہ کھول دیا ہے تاکہ اس کے بندے راہ کمال و سعادت میں پیش قدمی کرتے رہیں اور گناہ اس راہ میں مانع نہ ہو سکیں کیونکہ گناہ انسان کو اس کے اعلیٰ مقام سے پستی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ ہر گناہ روح انسان اور معنویت انسان پر ایک ضرب کی مانند ہوتا ہے جس سے روح کی شفافیت مکر ہو جاتی ہے۔ گناہ کے ذریعے انسان و حیوانات کے درمیان پایا جانے والا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ معنوی جنبہ کے علاوہ گناہ انسان کی زندگی میں دوسری بہت سی رکاوٹیں بھی کھڑی کر دیتا ہے۔

نہ جانے کتنی کامیابیاں گناہوں کی انجام دہی کی وجہ سے ناکامیابیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ سب صرف زبانی یا تعبدی باتیں نہیں ہیں بلکہ انہیں علمی، فلسفی اور نفسیاتی طور پر بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر جنگ احد میں چند مسلمانوں کی کوتاہی اور تقصیر کی بنا پر فتح اولیہ،

شکست میں تبدیل ہو گئی تھی یعنی مسلمان پہلے مرحلہ میں فتح حاصل کر چکے تھے لیکن ان چند لوگوں کی بنا پر جنہیں رسول اسلام نے پہاڑ کے دروں میں معمور کیا تھا اور انہوں نے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی، مسلمان مشکلات کا شکار ہو گئے تھے۔ رسول اسلام نے حکم دیا تھا کہ مقررہ جگہوں سے مسلمانوں حفاظت کریں لیکن یہ لوگ مال غنیمت کے لالچ میں اپنی اپنی کمین گاہوں کو چھوڑ کر میدان میں آگئے اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

سورہ آل عمران میں تقریباً دس یا بارہ آیتیں اسی شکست سے متعلق ہیں۔ چونکہ مسلمان رومی اعتبار سے نہایت تلاطم اور کشمکش کا شکار تھے لہذا یہ شکست ان پر بے حد ناگوار گزری تھی۔ قرآنی آیتیں جہاں ان کے اطمینان قلبی کا باعث ہوتی تھیں وہیں ان کی ہدایت بھی کرتی جاتی تھیں ساتھ ہی انہیں یہ بھی باور کراتی جاتی تھیں کہ اس شکست کی وجہ کیا تھی۔ ”ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلہم الشیطان ببعض ذنوبہم“ یعنی تم نے دیکھا کہ تم میں سے بعض افراد نے دشمن کو پشت دکھا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہیں شکست ہو گئی۔ یہ لوگ پہلے ہی سے ایسا کرنے کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو ان کاموں کی بنا پر جو یہ پہلے بھی انجام دے چکے تھے، شیطان نے با آسانی صراط مستقیم سے منحرف کر دیا یعنی انجام شدہ گناہوں نے اپنا اثر میدان جنگ میں دکھایا۔

اسی مذکورہ سورہ میں ایک دوسری آیت ایک دوسرے انداز سے اسی طرف

اشارہ کر رہی ہے۔ قرآن کریم در حقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر تم جنگ احد میں شکست کھا گئے تو یہ کوئی تعجب و حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ سب زندگی کے معمولات ہیں۔ تم سے پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے: ”و کآین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وحنوا لما اصابہم فی سبیل اللہ و ما ضعفوا و ما استکانوا“ قرآن مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم سے پہلے بھی خدا کے نبیوں کو میدان جنگ میں مشکلات و شکست کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن وہ تو ہراسا نو پریشان نہیں ہوتے تھے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: ”وما کان قولہم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا“ یعنی گزشتہ زمانوں میں جب اصحاب انبیاء کے حوالی مشکلات و مسائل کا شکار ہوتے تھے تو پروردگار کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہتے تھے: ”ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا“ پروردگار ہمارے گناہوں اور ہمارے ذریعے کی گئی زیادتیوں اور غفلتوں کو معاف فرما۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مشکلات و مسائل ہمارے ذریعے انجام دیے گئے گناہوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے ذریعے نازل کی گئی اہم ترین نعمت یعنی مغفرت سے استفادہ کریں۔ خدا وند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے کوئی قبیح فعل انجام دیا اور اس پر بعد میں پشیمان ہوئے تو تمہارے لئے استغفار اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ گناہ کی مثال کسی بیماری یا علالت کی سی ہے۔ انسان بیماری سے بہت کم محفوظ رہ پاتا ہے۔ گناہ بھی ایک مرض طرح کا ہے۔ اگر انسان اس

مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ باب توبہ و استغفار کی طرف آئے۔ اگر انسان اس طرف آگیا تو خدا وند و عالم اتنا غفار ہے کہ اس گنہگار انسان کو بخش دے گا۔

صحیفہ سجادیہ کی پینتالیسویں دعا میں امام سجادؑ خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: ”انت الذي فتحت لعبادك بابا الي عفوك“ یعنی تو ہی ہے جس نے اپنے بندوں کی طرف عفو و مغفرت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ ”و سمیتہ التوبۃ“ جسکا نام تونے باب توبہ رکھا ہے۔ ”و جعلت علي ذالك الباب دليلاً من وحيك لئلا يضلوا عنه“ قرآن و وحی سے ایک راہنما بھی اس دروازے پر قرار دے رکھا ہے تاکہ تیرے بندے اس سفر میں منزل سے بھٹک نہ جائیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ”فما عذر من اغفل دخول ذالك المنزل بعد فتح الباب لاقامة الدليل“ یعنی اب اس کے بعد انسان کے لئے کیا دلیل بچتی ہے کہ اس باب توبہ اور مغفرت الہی سے فیض یاب نہ ہو۔ راہ مغفرت الہی یعنی استغفار۔

رسول اسلام سے حدیث منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ”انّ الله تعالى يغفر للمذنبين الا من لا يريد ان يغفر له“ یعنی خداوند عالم گناہگاروں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر ان گناہگاروں کے علاوہ جن کو خدا بخشنا نہیں چاہتا۔ اصحاب نے سوال کیا: ”یا رسول الله! من الذي يريد ان لا يغفر له؟“ یا رسول خدا وہ کون ہے جس کو خدا بخشنا نہیں چاہتا؟ ”قال من لا يستغفر“ یعنی وہ جو استغفار نہیں کرتا پس استغفار باب توبہ و مغفرت کی چابی ہے۔ استغفار

کے ذریعے ہی مغفرت الہی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

غفلت استغفار کی راہ میں پہلی رکاوٹ ہے

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمت الہی یعنی استغفار تک دسترسی حاصل کریں تو ضروری ہے کہ دو صفتوں کو خود سے دور کریں۔ پہلی غفلت و بے توجہی اور دوسری غرور و تکبر۔ غفلت یعنی یہ کہ انسان اصلاً متوجہ ہی نہ ہو کہ اس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے۔ ایسے بہت سے افراد پائے جاتے ہیں جو گناہ پر گناہ انجام دیتے جاتے ہیں اور انہیں اپنے اس قبیح فعل کا احساس تک نہیں ہوتا۔ دروغ، غیبت، الزام تراشی وغیرہ اسی طرح کے گناہ ہیں۔ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انہیں متوجہ بھی کرایا جائے تو تمسخرانہ انداز میں قبہہ بھی لگاتے ہیں۔ گناہ؟ گناہ یعنی کیا؟ ایسے افراد اصلاً ثواب و عذاب کے ذرہ برابر بھی معتقد نہیں ہوتے۔ بعض دوسرے ثواب و عذاب کے معتقد تو ہوتے ہیں لیکن مکمل طور پر غفلت اور بے توجہی کے اس قدر شکار ہوتے ہیں کہ اپنی ذات سے صادر شدہ فعل کا احساس بھی نہیں کر پاتے۔ اگر ہم اپنی روز مرہ زندگی ذرا سا جھانکنے کی کوشش کریں تو باسانی واضح ہو جائے گا کہ ہماری زندگی بھی کم و بیش ایسے ہی حالات سے دو چار ہوتی ہے۔ غفلت ایک بہت خطرناک شئی ہے۔ شاید انسان کے لئے غفلت سے بڑا دشمن اور خطرناک شئی کوئی نہ ہو۔ غافل انسان کسی بھی قیمت پر استغفار نہیں کرتا ہے اس کی ساری زندگی گناہوں میں بسر ہو جاتی

ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہو پاتا فقط خواب غفلت کا شکار ہو کر رہ جاتا اور بس۔

قرآن کریم نے غفلت کے مد مقابل تقویٰ کو پیش کیا ہے۔ تقویٰ یعنی ہمیشہ اور ہر حال میں متوجہ رہنا۔ غافل شخص سینکڑوں گناہ کرنے کے بعد بھی اپنے گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں متقی و پرہیزگار شخص بے جہاں چھوٹا سا گناہ اس سے سرزد ہو ا فوراً اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جلد از جلد اس کی تلافی کی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ”ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا“ اگر شیطان متقی افراد کے پاس سے گزر بھی جاتا ہے تو یہ لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ”فاذا ہم مبصرون“ ایسے ہی لوگ با بصیرت ہوتے ہیں۔

غرور و تکبر راہ استغفار میں دوسری رکاوٹ ہے

انسان جہاں ذرا سا کوئی چھوٹا سا کام انجام دے لیتا ہے فوراً مغرور ہو جاتا ہے۔ صحیفہ سجادیہ کی چھیالیسویں دعا میں ایک جملہ ہے: ”و الشقا الاشقائ لمن اغتربک“ یعنی شقی ترین شخص وہ ہے جو تیرے سامنے غرور و تکبر سے پیش آئے۔ بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جہاں کوئی کار خیر انجام دیا فوراً یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم نے خدا سے اپنا حساب بے باق کر دیا۔ اب ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ زبان تک نہ

آئے لیکن دل میں تو بارہا آتا ہے اور یہی غرور ہے۔
 خدانے اگر ہمارے لیے باب توبہ فراہم کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے
 کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کبھی کبھی یہی گناہ انسان کے وجود
 حقیقی کو بھی ضائع کر دیتے ہیں اور اس کو حیات انسانی کے عالی مراتب
 سے ایک پست ترین حیوان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔
 ضروری نہیں ہے کہ انسان ایک مدت تک گناہوں میں غرق رہے تب ہی
 گناہوں کا احساس کر سکتا ہے بلکہ گناہ ، گناہ ہے خواہ ایک گناہ ہو یا گناہوں
 کا انبار۔ گناہ کو قطعاً حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ روایت میں ”استحقر
 الذنوب“ کے عنوان سے ایک باب ہے جس کے تحت گناہوں کو حقیر فرض
 کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ خدا کے مغفرت کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے
 کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا وہ معاف کریگا بلکہ اسکی وجہ یہ
 ہے کہ انسان اس کے ذریعے خدا تک واپس آسکتا ہے اور خدا تک برگشت
 نہایت اہم ہے کہ روایات میں جس کے لئے نہایت تاکید کی گئی ہے۔
 بہر حال حقیقاً وہی استغفار قابل ستائش ہے جو حقیقی اور دل کی گہرائیوں
 سے ہو۔ زبان سے توبہ اور استغفار کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔
 استغفار کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ پر شرمندہ ہو اور آئندہ گناہ نہ
 کرنے کا قوی ارادہ رکھتا ہو۔ روایت میں وارد ہوا ہے : ”من استغفرہ بلسانہ و
 لم یندم بقلبہ فقد استحضری بنفسہ“ یعنی جو شخص زبان سے استغفار کرے
 اور دل سے شرمندہ اور نادم نہ ہو ایسا شخص در حقیقت اپنے نفس کی

تضحیک کرتا ہے۔ یہ استغفار نہیں ہے۔ استغفار سے مراد یہ ہے کہ انسان واقعی خداوند عالم کی طرف برگشت کرے اور اس کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔

دعا ایمان کو قوی اور الہی وعدوں کو پورا کرتی ہے

دعا انسان کو خدا سے نزدیک کرتی ہے۔ معارف دینی کو انسان کے دل میں اثر انداز اور قائم رکھتی ہے۔ دعا ایمان کو قوی کرتی ہے یعنی دعا کئی زاویوں سے برکتوں اور رحمتوں کی حامل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بارہا دعا اور بندگان صالح کے ذریعے کی گئی دعاؤں سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ انبیائے الہی مسائل و مشکلات کے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے خدا سے مدد کی التماس کرتے تھے۔ ”دعا ربہ انی مغلوب فانتصر“ جو حضرت نوحؑ سے منقول شدہ دعا ہے یا حضرت موسیٰؑ کی زبانی قرآن فرماتا ہے: ”دعا ربہ ان ہولائی قوم مجرمون“۔ قرآن کریم میں خداوند عالم نے متعدد آیتوں میں دعاؤں کی قبولیت اور استجابت کا وعدہ فرمایا ہے مثلاً: ”وقال ربکم ادعونی استجب لکم“ یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو مستجاب کروں گا۔ اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: ”وسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ بکل شئی علیماً“ یعنی اگرچہ خدا عالم ہے اور ہماری حاجتوں سے آگاہ بھی ہے مگر اس کے باوجود تم خدا سے طلب کرو۔

دعائے ابو حمزہ ثمالی میں امام سجادؑ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں : ”ولیس من صفاتک یا سیدی ان تامر باموال و تمنع العطیة“ پروردگار تیری یہ صفت نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو طلب کرنے کا حکم دے اور ان کے طلب کرنے پر انہیں عطا نہ کرے یعنی خدا کے کرم اور اس کی قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ مجھ سے طلب کرو تو درحقیقت اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ استجابت بھی کرے۔ ”واذا سئلک عبادي عني فاني قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان“ یعنی جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کے قریب ہی ہوں ان کی دعاؤں کو سنتا اور استجاب کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص خدا سے کچھ طلب کرتا ہے تو فوراً اس کو حاصل ہو جاتا ہے: ”بکل مسئلة منک سمع حاضر و جواب عتید“ یہ خدا کا قطعی اور سچا وعدہ ہے یعنی خدا ہر طلب و دعا کا جواب دیتا ہے لیکن اس وعدے کے ساتھ کچھ شرائط بھی ہیں جن میں سے ایک عمل صالح ہے: ”من عمل صالحاً فلنفسه و من اساء فلعلیه“ - قرآن مجید میں خدا نے اپنے بندوں سے جا بجا وعدے فرمائے ہیں۔ مثلاً: ”انا لا نضیع اجر من احسن عملاً“ یعنی جو شخص کار خیر انجام دیتا ہے خدا اس کی جزا اور اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے: ”من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاء لمن یرید“ یعنی اگر کوئی انسان دنیا کو اپنا ہدف بنا لے تو ہم اس کے ہدف تک رسائی میں اس کی مدد کرتے ہیں لیکن کب؟ جب وہ کوشش کرے، جستجو کرے اقدام کرے اور آگے بڑھے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: ”و من

اراد الآخرة و سعي لها سعيها و هو مومن فاولئك كان سعيهم مشكوراً كلاً ---
 هولاء و هولاء“ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جو لوگ آخرت کی خواہش کرتے
 ہیں اور اس سلسلہ میں سعي و كوشش کرتے ہیں ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں۔
 ایک آیت میں دنیا کا تذکرہ ہے اور دوسری میں آخرت کا اور دونوں میں شرط
 یہ ہے کہ سعي و كوشش کی جائے۔ اگر انسان سعي و كوشش کرے تو خداوند
 عالم یقیناً اسے اس کے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ یہ سنت الہی ہے۔ خدا کسی کی
 بھی زحمتوں اور كوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔
 خداوند عالم ایک دوسری آیت میں یوں وعدہ فرماتا ہے: ”وعد الله الذين آمنوا
 منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما يستخلف الذين من
 قبلهم“ کوئی بھی قوم اگر عمل صالح انجام دے تو خدا اس قوم کو زمین پر
 خلیفہ بنا دے گا ساری زمین کی قدرت اس قوم کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن شرط
 یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ہو ورنہ فقط ایمان کی کوئی
 اہمیت نہیں ہے۔ فقط ایمان سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔
 ایک دیگر آیت کریمہ میں خداوند عالم وعدہ فرما رہا ہے: ”و الذين جاہدوا
 فينا لنهدينهم سبلنا“ یعنی اگر کوئی راہ خدا میں قدم اٹھائے تو خدا یقیناً اس کی
 راہنمائی کرے گا۔

البتہ ضروری نہیں ہے کہ دعا ہمیشہ معجزاتی طور پر قوانین الہی کو توڑتی
 ہوئی مستجاب ہو بلکہ دعا کا خاصہ ہے کہ دعا قوانین طبیعی کے دائرے میں
 قبول ہوتی ہے۔ وعدہ خدا حق ہے لیکن یہ وعدہ بھی حق ہے کہ اگر انسان

اپنے ہدف تک رسائی کے لئے عملی اقدام نہ کرے اور فقط بارگاہ الہی میں دعا کرتا رہے تو دعا قبول نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے کسی اور وجہ سے مستجاب ہو جائے لیکن استجاب کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ قوانین طبیعی کے خلاف دعا کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا قوانین طبیعی کی مخالفت کے باوجود بھی قبول ہو جاتی ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ جب دعا دل کی گہرائیوں اور پوری توجہ کے ساتھ کی جائے اور اگر ایسی دعا میں عملی اقدام بھی شامل ہو جائے تو دعا کی استجاب کے امکانات نہایت روشن ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی اگر قدرت خدا سے مایوس نہ ہوتے ہوئے مستقل دعا کی جاتی رہے تو بھی قبولیت دعا قوی ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر بار بار دعا کرنے پر بھی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہیے مخصوصاً ملک و قوم سے متعلق مسائل میں۔ جس وقت فرعون کی ظالمانہ اور استکباری حکومت میں حضرت موسیٰ متولد ہوئے تو آپ کی والدہ گرامی نہایت شش و پنج میں مبتلا تھیں کیونکہ یہ واضح اور مسلم تھا کہ اس ملک میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا قتل کر دیا جائے گا۔ اگر حضرت موسیٰ کی جگہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہوتی تو آپ کی والدہ قطعاً پریشان نہ ہوتیں۔ بہر حال ایک طرف ماں کی محبت اور دوسری طرف فرعون کا حکم۔ اسی درمیان خدا کی جانب سے مادر موسیٰ پر وحی ہوئی: ”واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ“ یعنی ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کو دودھ پلائیں۔ ”فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیہم“ پس اگر خطرہ

محسوس کرو تو صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دو۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور ہر بار ایک نئی ظرافت اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ الغرض مادر موسیٰ نے خطرے کا احساس کرتے ہی بچے کو دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔ عجیب و غریب کیفیت ہے کہ ایک ماں اپنے نو مولود بچے کو دریا کے حوالے کر دے لیکن خدا نے مادر موسیٰ سے اس طرح فرمایا: ”انا رادوه الیک و جاعلوه من المرسلین“ اس آیت کریمہ میں خدا نے مادر موسیٰ سے دو وعدے فرمائے۔ پہلا یہ کہ اس بچے کو واپس کر دیں گے اور دوسرا یہ کہ اس بچے کو مرسلین میں سے قرار دیں گے۔ جب بچے کو دریا میں بہا دیا گیا تو خواہر موسیٰ سے کہا: ”وقالت لاخته قصیہ“ جاؤ دیکھو کیا ہو رہا ہے! جیسے ہی صندوق فرعون کے محل کے نزدیک سے گزرا: ”فالتقتہ آل فرعون“ فرعون کے خانوادے نے صندوق باہر نکال لیا۔ ادھر خدا نے خانوادہ فرعون کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس بچے کی پرورش کرے۔ فرعون کی زوجہ، آسیہ نے کہا کہ کیا اچھا ہوگا اگر ہم اس بچے کی پرورش کر لیں:- ”قرۃ عینی لی و لک و حرمننا علیہ الموضع“۔ بچے نے دودھ پینے سے انکار کر دیا لاکھ کوشش کی گئی مگر جناب موسیٰ نے دودھ نہیں پیا۔ اس درمیان خواہر موسیٰ آگے بڑھیں اور کہا: ”ہل ادلکم علی اہل بیت یکفلونہ لکم“ آیا میں ایسے گھرانے کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کر دے۔ اگر خداوند عالم ارادہ کر لے تو اس طرح حالات و کوائف کو کسی کے بھی

حق میں ڈھال دیتا ہے۔ خواہر موسیٰ کو اس بات پر مامور کر دیا کہ وہ اپنے اندر شجاعت پیدا کریں اور فرعون کے محل تک آ جائیں اور فرعون کے سامنے اس طرح کی تجویز رکھیں۔ فرعون نے مثبت جواب دے دیا۔ خواہر موسیٰ گئیں اور مادر موسیٰ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ جیسے ہی موسیٰ نے اپنی ماں کی خوشبو محسوس کی فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہ ہے قدرت خدا! فرعون اور فرعونیوں کے ذہن و گمان میں قطعاً ایسی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی کہ یہی موسیٰ کی حقیقی ماں ہو سکتی ہے۔ خدا اس طرح اپنا وعدہ پورا کرتا ہے: ”فرددناہ الی امہ“ ہم نے اس بچہ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا۔ ”کی تقر عینہا ولا تحزن“ تاکہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک انہیں حاصل ہو جائے اور وہ غمزدہ نہ ہوں۔ ”ولتعلم ان وعد اللہ حق“ ساتھ ہی یہ بھی جان لیں کہ خدا کا وعدہ حق رہتا ہے۔ یہ وہ وعدہ ہے جس کو خود مادر موسیٰ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن دوسرا وعدہ: ”وجاعلوا من المرسلین“ یہ وہ وعدہ تھا جو مادر موسیٰ سے بعثت موسیٰ کے متعلق کیا گیا تھا جو برسوں کے بعد محقق ہونے والا تھا۔ اس وعدہ کے تحت جناب موسیٰ بطور رسول مبعوث ہونے والے اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جور سے نجات دلانے والے تھے۔ تاریخی مسلمات کی رو سے یہ وعدہ بھی تقریباً چالیس سال کے بعد پورا ہوا اور جناب موسیٰ نے بنی اسرائیل کو راہ نجات کی طرف ہدایت فرمائی۔

خدا اپنے وعدے اس طرح پائے تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ خدا وند عالم مسلمانوں

کو فاتح و ظفریاب دیکھنا چاہتا ہے لیکن کب؟ اسی وقت جب مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ اٹھیں اور اس سلسلہ میں سعی و کوشش کریں۔ وعدہ الہی یہ ہے کہ اگر کوئی قوم راہ خدا میں جہاد کرے اور با ایمان بھی ہو تو یقیناً فتح یاب ہوگی۔ ”ولما رأی المومنون الاحزاب قالوا ہذا ما وعدنا اللہ و رسولہ و صدق اللہ و رسولہ“ جس وقت جنگ احزاب میں قریش، سقیف، یہودیوں اور دوسرے مختلف گروہوں نے ایک ساتھ مدینے کا محاصرہ کر لیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اس وقت خود مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ مومنین پر مشتمل تھا اور دوسرا غیر مومنین پر۔ غیر مومنین کہہ رہے تھے: ”ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غروراً“ یعنی ہم فریب کھا گئے ہیں۔ اسلام ہمارے امن و امان اور عزت کی حفاظت نہیں کر سکا۔ دوسری طرف مومنین کا گروہ تھا جو یہ کہہ رہا تھا: ”ہذا ما وعدنا اللہ و رسولہ“ یعنی یہ وہی وعدہ ہے جو خود خدا اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا۔ وعدہ خدا و رسول اس واقع طرح ہوتا ہے: ”ان الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ و الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت“ وہ لوگ جو مومن ہوتے ہیں راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے راہ طاغوت میں جہاد کرتے ہیں۔ اگر مسلمان میدان جنگ میں ڈٹا رہے اور خدا کی قدرت سے مایوس نہ ہو تو یقیناً فتح اسی کی ہوگی لیکن اگر مایوس اور پسپا ہو گیا تو وعدہ خدا بھی بہر حال پورا نہیں ہوگا۔ پس اگر دشمن حملہ کر دے تو تعجب کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو وعدہ الہی ہے جو پورا ہو رہا ہے:

”بذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله ما زادهم الا ايماناً و تسليماً“.-

تمام شد